حروف مقطعات

تالیف :۔ عظیم اللہ قریشی عرف روحانی بابا (پشاور صدر، پاکستان)

الم ال ف ل ام م ی م

الف قائم بالذات ہے اور ایسا حرف ہے جو اگر کسی حرف کے شروع میں واقع ہو تو الگ رہتا ہے اور انفرادی حیثیت قائم رکھتا ہے کسی مابعد سے تعلق نہیں رکھتا لہٰذا یہ ذات مطلق کی صفت ہے کہ انفرادیت اور قائم بالذات نا قابل رسائی اور انبیاء و رسل اولیاء مقربین کو بھی اس کے عرفان میں سوائے حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ یہ حرف جب کسی لفظ کے اول واقع ہوتا ہے تو اپنی ذات کو اپنے متعلقہ لفظ سے الگ رکھتا ہے اور یہ قطب الحروف ہے لیکن جب یہ حرف کسی لفظ کے آخر میں واقع ہوتا ہے تو باقی حروف سے متصل ہوتا ہے اور الگ نہیں لکھا جاسکتا اور ہر لفظ اس پر آ کر ختم ہو جاتا ہے یہ حرف یا تو اول لکھا جاسکتا ہے اور اگر وسط میں لکھا جائے تو پھر بھی اپنی انفرادیت کو کھوتا نہیں سوائے اشارہ کے اور اس میں بھی اپنی انفرادی شان سے نمایاں ہوتا ہے اس حرف کا عدد از روئے بداعت (ابداع) 1 (ایک) ہے جو اس کا ہمشکل ہے اور عربی میں ایک کو '' احد '' کہا جاتا ہے اور یہ اسمِ ذات ہے۔ معلوم پڑا کہ ذات احد اول و آخر موٴجود ہے۔ ہر شئے کے اول میں ذات مطلق کی شان سے اور ہر تعین اور تعلق سے پاک اور اشارہ و کنایہ کی اس میں گنجائش نہیں ہے '' الم '' میں اسی احدیت التنزیہہ الخاص کی طرف اشارہ ہے مگر مخفی طور پر اپنے وصفِ باطن کو بھی بیان کر رہا ہے کہ اگر الف اول ہے تو آخر بھی ہوگا اگر آخر ہوگا تو وہ کسی لفظ کی کنہ میں واقع ہو کر اس کی آخریت کا مظہر ہوگا اور اس کی ذات سے اس قدر قریب کہ اس کو گمان ہوگا کہ یہ میری ہی ذات ہے کیونکہ جب یہ آخر واقع ہوتا ہے تو متصل ہو جاتا ہے لہٰذا احد اول و آخر کے اوصاف کے ساتھ متصل و منفصل ذات کا حکم رکھتا ہے یہ ذات کا ذاتی مشہد ہے اور قرآن سے مراد ذات ہے اور احدیت اس کا پہلا مشہد ہے ہم اسی مشہدِ احدیت کو اولیت و آخریت ذات انفصال و اتصال کے رنگ میں بیان کر آئے ہیں کسی ذات کی کنہ سے مراد اس کی احدیت ہے جو ہر ذات میں اجمال و تفصیل کے ساتھ موٴجود ہے پھر یہ حروف صورتاً و روحاً تمام حروف کی اصل ہے۔ وہ اس طرح کہ صورت میں ہر حرف یا تو خط پر مشتمل ہوتا ہے یا نقطہ پر اب اس حروف کو جب لکھنے کے لیئے یا کسی بھی حرف کو لکھنے کے لیئے جب قلم کو کاغذ پر رکھا جاتا ہے تو نقطہ ظہور میں آتا ہے پھر اسی نقطہ کو پھیلا کر ہم ایک خط سیدھا یا مخصوص وضع کا بنا دیتے ہیں تو معلوم ہوا کہ نقطہ اول ہے اور خط اسی کا پھیلاوٴ ہے۔

گویا نقطہ میں خط مخفی ہے اب کسی بھی حرف کے بل اگر نکال دیئے جائیں تو وہ الف بن جائے گا اور نقطہ چونکہ خط کی اصل ہے اس لیئے اُسے خط کے ساتھ یکجان کر دیا جائے گا لہٰذا صورتاً ہر حرف الف سے صورت میں آیا ہے اور روحاً اس طرح کہ علمائے ابجد کے نزدیک کسی حرف کے اعداد اس کی روح ہوتے ہیں اور اعداد سے حروف اور حروف سے اعداد ہم آہنگ ہیں ابجد کی رُو سے الف کے اعداد (111) ہیں ان کے حروف احاد عشرات میآت (اکائی دھائی سینکڑہ) کے حساب سے بنائے تو (ا ی ق) بنے اب ان کو دو گنا کر لیں 222=111+111 حروف (ب ک ر) بنے اب ان کو تیسری بار جمع کریں 333=111+111+111 حروف (ج ل ش) بنے اسی طرح ان کو جمع کرتے جائیں تو پوری ابجد استخراج ہو جائے گی۔ پتہ لگا کہ تمام حروف کی روح میں بھی اسی حرف کی روح کا سریان ہے اور صورت میں بھی اسی حرف کا سریان ہے اس طرح استخراج سے تسعہ (9) مراتب حاصل ہوئے ان حروف کی تعداد (ال ف ل ام م ی

م) بھی 9 ہی ہے جو عددِ کمال ہے اور اعداد کی نہایت اسی عدد تک ہے چونکہ '' الف '' احد ہمشکل ہے عدد ایک کا، اس سے شمارِ اعداد کیا تو 9 پر منتھی ہوا یہ تعدادِ حروف ہے اور احدیت کے کمال کو ظاہر کر رہی ہے اور اس عددِ کمال کی یہ خاصیت ہے کہ اگر کوئی عدد (ھستی) اس کے ساتھ ضرب کرے یعنی مخالف ہو جیسے نفرت، عدم توجہ وغیرہ تو یہ عدد اس (ھستی) عدد کو فنا کر دیتا ہے اور اپنی ذات کو قائم رکھتا ہے جیسے کافر شرک وغیرہ لوگ فنا ہو گئے اور ذات باقی ہے۔

اور اگر احدیت کی طرف اپنا قبلہ درست کرے اور جمعیتِ خاطر سے اسکی طرف متوجہ ہو اور محبت و مودت رکھے تو یہ ھستی اپنی ذات کو اس کی ھستی میں قائم کر دیتی ہے اور اسے بقا سے سرفراز کرتی ہے۔

حضرت واصف علی واصف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ماضی قریب میں ایک لیجنڈ گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ذات آپ کو اپنے خیال میں میں گم ہونے کی اجازت دے تو سمجھو یہ بہت بڑی عطا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اپنی کسی صفت میں بندے پر متجلی ہوتے ہیں تو بندہ اس صفت کے میدان میں گھومتا ہے اور اس صفت کے عرش پر قیام کرتا ہے اور آخر کار عبداللہ کو اللہ تبارک تعالیٰ کی اس صفت کا کمال اجمالی طور پر حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اس صفت سے مؤصوف ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس سے دوسری صفت آ ملتی ہے۔ پھر تیسری صفت، پھر چوتھی صفت یہاں تک کہ عبداللہ جمیع صفات کا کمال حاصل کر لیتا ہے (واضح ہو کہ صفات کا کمال اجمالی ہوتا ہے نہ کہ تفصیلی)۔

جب اللہ تبارک تعالیٰ اپنی کسی اسم یا صفت سے اپنے بندے پر متجلی ہوتے ہے تو بندے کے نفس کو کلیتاً فنا کر ڈالتے ہیں اور اس کے نفس کو اس کے وجود سے سلب کر ڈالتے ہے پھر جب نورِ عبدی مٹ جاتا ہے اور روحِ خلقی فنا ہو جاتی ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ اس بندے کے جسم میں اپنی ذات کا ایک لطیفہ اس چیز کے بدلے قائم کر دیتا ہے جسکو وہ فنا کر ڈالتا ہے یا چھین لیتا ہے۔ یہ لطیفہ روح القدس کہلاتا ہے ۔ یہ لطیفہ اس لیئے عطا کیا جاتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ کا اپنے بندے پر متجلی ہونا اللہ تبارک تعالیٰ کا فضل و کرم ہے نہ کہ عذاب اور پھر متجلی ہونے کے بعد چونکہ بندے کا نفس خلقی اور نورِ عبدی مکمل طور فنا ہو جاتا ہے اور اگر اس کا عوض یا بدلہ نہ دیا جائے تو یہ ایک قسم کا عذاب ہے جو اللہ تبارک تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں اس لیئے اللہ تبارک تعالیٰ عبداللہ کو روح القدس کی خلعت پہنا دیتا ہے۔ یہ لطیفہ عبداللہ سے نہ جدا ہوتا ہے اور نہ متصل بلکہ ملا جلا رحجان ہے کہ نہ تو اس کو کامل و اکمل اتصال کہہ سکتے ہیں اور نہ جدا یا علیحدہ۔ پس اللہ تبارک تعالیٰ کی تجلی اپنے ہی نفس پر ہوتی ہے۔

گفتہ او گفتۂ اللہ بود

گر چہ از حلقومِ عبداللہ بود (عطار)

اسی طرح تجلیاتِ اسماء کا پہلا مشہد یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اسمِ مؤجود میں متجلی ہوتے ہیں اور پھر اس اسم کا عبداللہ پر اطلاق ہوتا ہے اور اس سے اعلیٰ درجہ کی تجلی اسم واحد کی ہے اور اس سے بھی بڑھ کر اسم اللہ کی تجلی ہے کہ اس تجلی میں بندہ کا وجود جڑ اور بنیاد سے اکھیڑا جاتا ہے گویا یہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

'' اے بندے! اپنی ذات کو خالص کر، تا کہ لذاتِ ذاتِ صَرف، جو ہر وصف سے پاک ہیں تجھ کو حاصل ہوں۔ جب

ذاتِ حق تیری انا میں جلوہ گری کرے گی تو تیرے وھم وگمان کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر دھنکی ہوئی روئی کی طرح بکھر جائیں گے اور تیرے خواب وخیال کے ستارے آفتابِ ذات کے طلوع ہوتے ہی مخفی ہوجائیں گے خواہ تیرا اقرار کیا جائے خواہ انکار تو سب کے ساتھ ہے۔ پھر جس نے تیرے قرب کو محسوس کیا تو اسی کے ساتھ خوش ہوا اور اسکی اضافتِ وجود کو تمام نسب وجہات سے ساقط کردیا پھر وجودِ مطلق جس میں تمام کچھ ہے جو وجودِ کل ہے جو ایک وجہ سے ہر اعتبار پر ثابت آتا ہے جو ذات متعال ہے جو تو خود ہے جیسا ہے جہاں ہے اول ہے آخر ہے ظاھر ہے باطن ہے خود اپنی ذات کو اس پر ظاہر کردیتا ہے۔ باوجود یہ کہ اسکی ذات کو مخفی کردیتا ہے۔ اور غلبہِ احدیت الذات تو وجودِ عبد کو نیست ونابود کردیتا ہے پھر اس کا نہ کوئی اسم ہے نہ صفت نہ فعل "۔

پھر اس سے حق کو بطور حقیقت پکارا جاتا ہے۔ اس حالت میں اللہ اسمِ عبد کو مٹا کر اسمِ اللہ کو اس کے لیئے ثابت کردیتا ہے۔ جب کوئی یا اللہ کہہ کر پکارتا ہے تو وہ (یعنی صاحبِ خلعت عبداللہ) پکارنے والے کو اس کے جواب میں کہتا ہے لبیك و سعديك۔ پھر جب اس مقام سے ترقی کرتا ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ اس کو قوت دیتے ہیں تو عبداللہ اس فنا کے بعد پھر بقا پاتا ہے تو اب کہ جو بندہ اس کو پکارتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ اس کی جگہ پکارنے والے کو جواب دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ یا محمد تو اللہ تبارک تعالیٰ جواب میں کہیں گے لبيك و سعديك۔

روح القدس روح الارواح ہے اور وجوہِ حق کی وجھوں میں سے ایک وجہ ہے۔

اسی صاحبِ خلعت بندے کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ !

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا۔ (الانعام۔ ۱۲۲) (انسان چلتا پھرتا مردہ ہے جسے اللہ اپنے نور سے زندہ کردیتا ہے اور یہ اسی نور سے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے دوسرے لوگ جن میں یہ صلاحیت نہیں اس کے برابر ہوسکتے ہیں؟۔)

یعنی عدد 9 اگر کسی عدد میں ضرب کھائے گا تو اس عدد کو فنا کرکے اپنا آپ قائم رکھے گا اور اس عدد کو فنا کردے گا اور اگر کسی کے ساتھ جمع ہوگا تو اپنی ذات اس عدد کی ذات میں گم کردے گا اور یہی کمالِ الٰھی ہے۔ اب ہمیں تین امور کا عرفان حاصل ہوا۔

۱۔ مشہدِ ذاتی یعنی احدیت ذات

۲۔ صورت اور معنی کے اندر سریانِ الف دیگر حروفات میں

۳۔ کمال عدد کا اظہار

ہم دیکھتے ہیں کہ "الٓمّٓ" لام یہاں صورتاً الف سے مشابہہ ہے اور مٓ کے ساتھ متصل ہورہا ہے معلوم ہوا کہ وہی احدیتِ الذات بغیر وسیلہ کے بطور ظِل میم مخلوقات سے متعلق ہورہی ہے اور میم پر شد شدت کی علامت ہے اور یہاں دو میم آکر باہم مل گئے ہیں (ل ام م ی م) درمیان میں مقام شد پر دو میم کا قرآن conjunction ہورہا ہے جو لفظ قُرآن کے مشابہہ ہے مگر صورتاً مشابہہ ہے معناً نہیں اور لام میم کے مدارج مخلوقات کے مدارج ہیں کیونکہ ان حروف کی تعداد چھ ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے وہ ہم نے ۶ روز میں بنایا ہے:

وَهُوَالَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ کَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَاءِ۔ اوروہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ۶ دن میں اور عرش اس کا پانی پر تھا۔ پارہ ۱۲۔ سورۃ ھود۔ ۷

اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ۔ وہی ہے جس نے پیدا کیا ۶ دن میں۔ آسمانوں اور زمین کو اور جو دونوں کے درمیان تھا اور عرش پر قرار پکڑا۔ پارہ۔ ۱۹۔ سورۃ فرقان۔ ۵۹

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ۔ تحقیق پیدا کیا ہم نے ۶ دن میں۔ آسمانوں اور زمین کو اور جو دونوں کے درمیان تھا۔ پارہ ۲۶۔ سورۃ ق۔ ۳۸

هُوَالَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ۔ اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ۶ دن میں اور عرش پر قرار پکڑا۔ پارہ۔ ۲۷۔ سورۃ حدید۔ ۴۔

یہ مدارج ستہ ہیں اس میں ایامِ الٰہی کی تشریح ہے اور کتابت میں مٓ پر شد شدتِ مظاہر کے ظہور کی علامت ہے جس پر الف بطور مدّہ کے ظلی ذات کے طور پر مؤجود ہے۔ اور ان دونوں کے عدد اصلی 70 ہیں جس کے اسرار بے حد ہیں دونوں مٓ کچھ اس انداز میں الگ ہوئے ہیں کہ ایک نقطہ اور شد کے سوا ظہوراتِ حروف معدوم ہو کر رہ گئے ہیں اور خالی الوسط ہے جو احاطۂ مخلوقات کا اظہار کر رہا ہے درمیان خالی عدم اور خط محیط احاطۂ ذات علیٰ المخلوقات کا شاہد ہے اور اسے دوبارا دا کرنا مؤجود فی الدنیا والآخر کی علامت ہے۔

اس جگہ دونوں مٓ کا قرآن ہے جس کے بے شمار مطالب ہیں کیونکہ یہ لفظ قرآن کے معنوں میں یہاں آیا ہے اور اس کی شرح میں لفظ قُرآن اور قرآن میں عرفاً کے لیئے عجیب نقاط ہیں۔ جیسا کہ آیت الکرسی میں یعلم مابین میں اہلِ نظر کے لیئے عجیب وغریب نقاط ہیں۔

مدارج مخلوقات میں پہلا حرف لام دوسرا میم ہے ایک کا آخر میم ہے دوسرے کا اول وآخر میم ہے ہم نے ابتداء میں الف احدیت کے تحت شان احدیت اول وآخر بیان کیا ہے اسے دیکھیں یہاں لٓ اگرچہ دیکھنے میں اکیلا ہے مگر اپنے اندر لامٓ سمائے ہوئے ہے۔ لٓ الف کے مشابہہ لگ رہا ہے اور الف لامٓ کے لا کے ساتھ مل کر اس بات کا اظہار کر رہا ہے کہ لام درحقیقت الف ہی ہے کیونکہ الف الف کے ساتھ مل گیا اور اس سے ایک معنی پیدا ہوا یعنی لآ جس کے معنی نفی کے ہیں یہ عدم کی طرف راجع ہے اور مٓ محمد ﷺ کی حقیقت اور نور کی علامت ہے (اول ما خلق الله یا جابر رضی الله تعالیٰ عنهٗ) مخلوقات میں محمد ﷺ کی حقیقت تنہا احدیت کی لا سے شروع فی الوجود ہوئی اس کے بعد '' میم '' لکھنے میں ایک لفظ۔ مے پڑھنے میں اول وآخر ایک مگر وسط میں ایک مخفی ی ہے میم کا اول وآخر آنا حضور ﷺ کی اولیت وآخریت کی دلیل ہے جو بالذات وہی نور جو لامٓ کے ساتھ ہے اول آخر بالذات مؤجود ہے مگر درمیان دونوں مؤجود کے ایک ی ایسا ہے جو لکھنے میں نہیں آرہا ہے یہ حرف ایسا حرف ہے جو باطن کے اندر ہے اول وآخر ظاہر وباطن کا اظہار کر رہا ہے کیونکہ یہ حرف جب لفظ کے شروع میں لگتا ہے تو اپنے اندر مخفی نقاط کو ظاہر کر دیتا ہے اور جب کسی حرف کے آخر میں لگتا ہے تو اپنے نقاط کو ذات میں ہی مخفی رکھتا ہے لھٰذا اس کے اول وآخر کے ساتھ ظاہر وباطن ہے۔ م ی مٓ کے وسط میں ی کے آنے کی وجہ سے حضور ﷺ

کی اولیت آخریت ظاہریت اور باطنیت کا اظہار کرنا ہے اور چونکہ یٖ صورتاً ایک خلا کے سوا کچھ نہیں اور نقطہ مٓ میں بھی خلا کے سوا کچھ نہیں یہ عدم کی طرف منسوب ہے۔ محمد ﷺ موٗجود دونوں م ی م کے درمیان ایک عدم اس بات کا اظہار کر رہا ہے کہ دو موٗجود کے درمیان تیسرا معدوم بھی بظاہر موٗجود ہی ہوتا ہے لہٰذا مخلوقات جو کہ محض معدوم ہیں موٗجودِ محض نظر آرہی ہیں چونکہ مخلوق خود عدم میں ہیں اس لیئے موٗجود کو معدوم سمجھ رہی ہے۔

اول مراتب مخلوقات۔ ثلاثہ ل ا م مراتب اُخروی ہیں اور ثانی مراتب ثلاثہ م ی م مراتبِ دنیوی ہیں۔ اول لا مجھول الکیفیت نفی کی علامت ہے۔ ثانی مِٖ معلوم الکیفیت موٗجود کی علامت ہے۔ یہ دونوں اُخروی طبقات ہیں جہاں کچھ کو حالتِ نفی میں رکھا جائے گا جس کا مظہر جہنم ہے اور کچھ کو جو کہ مٓ سے مماثل رہے کو جامِ بقا سے نوازا جائے گا جس کا مظہر جنت ہے۔ اب دنیوی مراتب م ی م اول محمد آخر آپ ہی کا ظہور مہدی درمیان میں معدوم بصورت موٗجود بشکل یٖ آپ ﷺ ہی اول و آخر ظاہر و باطن موٗجودِ محض ہیں۔

الحقیقتِ محمدیہ

حا سے مراد حقیقت اور م سے مراد محمد ﷺ ہیں

حق و مظاہر حق

شیخِ اکبر حضرت محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں حا حلق سے ادا ہوتا ہے جو حق کی غیبو بیت پر دلالت کرتا ہے اور حرف میم دونوں ہونٹوں کے ملانے سے ظاہر ہوتا ہے جو مظہر محمد ﷺ کی صورت میں حق کے ظہور کی دلیل ہے۔

اب آیئے ذرا تفصیل سے اس مبارک حروف پر غور کریں لفظ حَا اپنے ملفوظی ہونے کے حساب سے 9 عدد رکھتا ہے اور لفظ میم 90 عدد کا حامل ہے گویا کہ حاء حق جب تفصیل میں آیا تو اپنے نقطہ میں مخفی ہو گیا م ی م کے 90 عدد 9 کی تفصیل ہے اور مٓ کو اگر غور سے دیکھیں تو اس کا سَر ایک نقطہ ہے اور باقی الف ہے یہ بھی احدیت پر ذات محمد ﷺ کے حجاب اعظم ہونے کی دلیل ہے اور اسی مجموعہ کو اگر دیکھا جائے تو وہ 99 ہے۔ جو کہ اسمائے الٰھی کی تعداد ہے معلوم ہوا کہ حق / محمد امہات الصفات نو دو نہ (99) اسمائے الٰھی سے متصف ہے۔ تَنۡزِیۡل'' مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ (اتاری ہوئی ہے بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔ پارہ: ۲۴۔ حم السجدہ۔ ۲) سے بھی اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ رحمٰن حق اور رحیم اور حضور ﷺ اور ۹۹ صفاتی اسماء، حقیقتِ محمدیہ ﷺ کے ہی مختلف نام ہیں۔

عدد ۹ جیسا کہ ہم نے اس قبل بیان کیا ہے جو کہ عدد کمال ہے یہ حقیقت محمدیہ ﷺ کے کمال کو ظاہر کر رہا ہے کہ تمام حقائق اسی حقیقت الحقائق میں جمع ہیں کیونکہ تمام اعداد کی نہایت اسی عدد ۹ تک ہے اس کے بعد کوئی عدد نہیں یہ عدد ضرب کی صورت میں فنا اور عدم جذب کی صورت میں بقا اور وجود عطا کرتا ہے اور یہی حقیقتِ محمدیہ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

اس کے عدد ۸ کا رخ عالمِ اسفل کی جانب ہے جب کہ (سات) ۷ کا رخ علو کی طرف ہوتا ہے یہ حق تبارک تعالیٰ کے ظہور کی طرف متوجہ

ہونے کو ظاہر کر رہا ہے اور مراتب وجود جو کہ 40 ہیں اور حرفِ میم کے عدد رقمی بھی 40 ہیں ان کی طرف حق متوجہ ہے اور عالمِ سفل میں وجود کے مراتب کو ترتیب دے رہا ہے الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جو کہ حضرت عبدالکریم بن ابراہیم جیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف لطیف ہے اس میں وضاحت سے بیان ہے۔

اور جیسا کہ ہم الم کی شرح میں زٓ اور ذ کو عالم مثال اور اجسام سے متعلق کر کے ثابت کر چکے ہیں زٓ اور ذٓ جو بالترتیب کے اعداد (سات) ۷ اور (سات سو) ۷۰۰ کے اعداد رکھتے ہیں جن کا مفرد ۷ ہے معلوم ہوا کہ اجسام اور امثال اسی کی طرف راجع ہیں کُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْن۔ (تمام اشیاء اسی کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ (پارہ:۲۳۔ یاسین۔۸۳)۔

چونکہ اشیاء اسی عالم سے وجود میں آئی ہیں اس لیئے اشیاء کا رجوع عدد ۷ سے علو کی طرف ثابت ہے اور سفل کی طرف حق کے رجوع کا حرف ح کے عدد ۸ سے ثبوت ملتا ہے۔

یہ حروف اگر ہم غور سے دیکھیں تو احمد اور محمد کے وسط میں واقع ہیں او بطن کو ظاہر کر رہے ہیں فرق شروع اور آخر کا ہے۔ احمد الف سے شروع اور درمیان میں حم آخر میں دٓ ہے اور محمد مٓ سے شروع درمیان میں حم اور آخر میں دٓ ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ آپ ﷺ کا نام عرش والوں کے لیئے احمد اور زمین والوں کے لیئے محمد ﷺ ہے اسی لیئے عرش والوں کے لیئے آپ ﷺ شان احدیت الف سے ظاہر ہو کر احمد نام سے جلوہ گر ہیں اور زمین والوں کے لیئے حرف مٓ جو کہ مظہر اتم کی علامت ہے آپ ﷺ محمد بن کر تشریف لائے اور دال حقیقت انسانیہ ہے جو دونوں عالموں میں ظاہر ہے جیسا کہ ہم اس سے قبل الم کی شرح میں دٓ کو واحدیت لکھ چکے ہیں۔ کیونکہ یہ حرفِ (ترابی) خاکی ہے اور واحدیت یعنی حقیقتِ انسانیہ بھی خاک ہی میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا (اے آدم کے بیٹو! اتارا ہم نے تمہارے اوپر لباس۔ پارہ:۸۔ الاعراف۔۲۶) ہر مثالی جسم کو خاک ہی کا لباس عطا ہوا ہے۔ قاری جب اس لفظ کو پڑھتا ہے تو اولاً حاء ادا کرتا ہے جس سے مراد ح حقیقتِ محمدیہ اور ا حقیقتِ انسانیہ ہے اور یہ دونوں مراتب حقی ہیں جنھیں مراتبِ داخلی کہا جاتا ہے اور جب قاری مٓیم ادا کرتا ہے تو بعد کے مراتب مخلوق / خلقی کو ادا کرتا ہے جو تین ہیں:

م: سے مراد روح

ی: سے مراد مثال

م: جسم

کیونکہ ارتقائے خلق اجسام پر آ کر منتہی ہو جاتا ہے اس لیئے مٓ ثانی سے مراد اجسام ہیں اور عالم مثال یٓ سے متعلق ہے کیونکہ یٓ کے اندر پوشیدہ دو نقاط روح اور جسم پر اس عالم کے مشتمل ہونے کی علامت ہے یہ عالم دونوں کا برزخ ہے حیات و ممات کا مظہر بھی ہے حیات کے اسرار اور ممات کی شرح حٓم میں پوشیدہ ہے ح ا (یعنی ح) الف کے ساتھ متصل ہے اور الف ان حروف کے اندر جاری و ساری ہے دیکھیں ہر حرف کے بسط یا بسط کے بسط میں الف ضرور ہے جس طرح کل ابجد میں الف جاری و ساری ہے اسی طرح حیات الٰھیہ کل مخلوقات میں جاری و ساری ہے اور ہر شئے اس کی حیات سے زندہ ہے حا دو حروف پر مشتمل ہے جفت ہے اور جمعیت کی علامت ہے اور

جمعیت میں حیات ہے۔میم ۳ حروف پر مشتمل ہے طاق ہے مفرد ہے اس سے تفرقہ ظاہر ہوتا ہے اور تفرقہ میں موت ہے۔
اَلْاَلِفُ سِرُّالْاَحدِیَّۃِ وَالْبَاءُ بَھاءُ الْاَلِفِ وَالتَّاءُ تابعُ الْاَلِفِ وَالثَّاءُ ثَناءُ الْاَلِفِ وَالْجِیْمُ جَمالُ الْاَلِفِ وَالْحَاءُ حَیَاتُ الْاَلِفِ وَالْخَاءُ خُلقُ الْاَلِفِ وَالدَّالُ دَوامُ الْاَلِفِ وَالذَّالُ ذَاتُ الْاَلِفِ وَالرَّاءُ رَفعُ الْاَلِفِ وَالزاءُ زَیْنُ الْاَلِفِ وَالسِّیْنِ سِرُّالْاَلْفِ وَالشِّیْنُ شَرَفُ الْاَلِفِ وَالصَّادُ صَفاءُ الْاَلِفِ وَالضَّادُ ضِیاءُ الْاَلِفِ وَالطَّاءُ طِیْبُ الْاَلِفِ وَالظَّاءُ ظَاھِرُ الْاَلِفِ وَالْعَیْنُ عِلْمُ الْاَلِفِ وَالْغَیْنُ غَیْبُ الْاَلِفِ وَالْفَاءُ فَھمُ الْاَلِفِ وَالْقَافُ قُوَّۃُ الْاَلِفِ وَالْکَافُ کَمَالُ الْاَلِفِ وَاللَّامِ لُطفُ الْاَلِفِ وَالْمِیْمِ مُلْكُ الْاَلِفِ وَالنُّونُ نَفَسُ الْاَلِفِ والْوِاوُ وَصْلُ الْاَلِفِ وَالْھَاءُ ھِدَایَۃُ الْاَلِفِ وَالْیَاءُ یَقِیْنُ الْاَلِفِ۔

الشفع و الوتر

یعنی حق کے ساتھ جمعیت میں حیات اور تفرقہ سے موت ہے اب موت کی حقیقت یعنی جو خاکسار کی ناقص سمجھ میں آئی ہے وہ واضح کرتے ہیں یعنی چند حقائق کو آسان زبان میں تحریر کرتے ہیں۔
میم میں اسرارِ موت وحشر نشر وغیرہ مؤجود ہیں اول مَ سے مراد روح اور سے یَ سے مراد نفس انسانی اور مَ ثانی سے مراد جسم ہے۔جسمِ انسان میں نفس، روح اور جسم کے درمیان برزخ ہے اور اس کی علامت یَ ہے یہ حرف مرکب ہے اور دو حروف پر مشتمل ہے جمعیت کو قبول کرتا ہے اس کے دو نقاط کی مؤجودگی روح وجسم کی خاصیت قبول کرنے کی صلاحیت ہے اور اس کے بطن کا کشادہ ہونا ہر قسم کی واردات کو قبول کرنے کا متحمل ہونے کی علامت ہے دو نقاط نفس میں خیر وشر کی قبولیت کی صلاحیت ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یَ جب اول آتا ہے تو خیر وشر کو ظاہر کرتا ہے یعنی میم اول کی طرف اشارہ ہے روح کی جانب یعنی جب اپنی روح کو روحی حالت کی طرف لے جاتا ہے تو اپنے خیر وشر کو مکمل واضح کر دیتا ہے کیونکہ جب یہ حرف کسی نفس کے شروع میں آتا ہے تو اپنے مخفی نقاط کو ظاہر کر دیتا ہے اور جب یہ حرف کے آخر میں آتا ہے مراد میم ثانی سے ہے جو اجسام مخلوق کی طرف اشارہ ہے جب یہ حرف کسی لفظ کے آخر میں واقع ہو تو نقاط مخفی رکھتا ہے مطلب یہ کہ اجسام کے اندر مؤجود رہ کر نفس، خیر وشر کو فراموش کر دیتا ہے موت فقط نفس کو ہے نفس سے مراد حرف یَ ہے۔روح سے انوار لیکر اپنی ذات میں جمع کرنا اور حسبِ ضرورت جسم کی طرف منتقل کرنا نفسِ یَ کا کام ہے۔
انسان اسی نفس کا نام ہے آپ نے دیکھا نہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْت (پارہ:۴۔ال عمران۔۱۸۵)
یہ نہیں فرمایا کہ کل روح ذائقۃ الموت۔اور فرقانِ حمید میں جہاں جہاں آخرت کے احوال کا تذکرہ ملے گا آپ کو نفس ہی کا نام ملے گا مثلاً ((یآ یَّتُھَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ (فجر۔۲۷) یا اسی طرح کی اور آیات۔تو معلوم ہو کہ اصل چیز یہی نفس ہے جو اپنے نفس سے بے خبر ہے وہ رب کی حقیقت سے بھی بے خبر ہے۔(من عرف نفسہ فقد عرف ربہ)
شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لطائفِ عشرہ اسی معرفت کی بدولت ترتیب دیئے ہیں کیونکہ حرف یَ کے عدد بھی ۱۰ ہیں لطائفِ نفس کی تعداد بھی ۱۰ ہی ہے۔

1	اخفیٰ	عالمِ امر
2	خفی	عالمِ امر
3	سِر	عالمِ امر
4	روح	عالمِ امر
5	قلب	عالمِ امر
6	نفس	برزخ
7	آتش	عالمِ خُلق
8	باد	عالمِ خُلق
9	آب	عالمِ خُلق
10	خاک	عالمِ خُلق

جب تک نفس اس فیض سے بے خبر ہے جو اس پر وارد ہو رہا ہے تو وہ موت میں ہے خواہ وہ زندہ ہی ہو اور جب اپنے فیض کا ادراک اسے ہو گیا تو وہ زندہ ہو جائے گا اور دائمی زندہ ہو گا۔(الناس نیام فاذا ماتوا انتھبوا) لوگ سوئے ہوئے ہیں مریں گے تو جاگیں گے۔الحدیث۔

صرف ہی نفس عالم برزخ اس کشمکش میں ہے کہ روح کی طرف جائے یا کہ جسم کی طرف جائے کیونکہ دونوں حقیقت معلوم ہوتے ہیں اور حقیقت بھی کیوں نہ ہو کیونکہ روح رب کا امر ہے اور جسم رب کا عرش ہے اور دونوں مشابہہ ہیں۔جیسے میم دونوں مشابہہ ہیں اور پھر نفس میں دونوں کی طرف نظر رکھنے کی صلاحیت دو نقطوں کی صورت میں موٴجود ہے۔جب تک نفس کو عرش (یعنی عرشِ جسم پر) پر متمکن ہونے سے سکون ملتا رہے گا کیونکہ یہ ربوبیت کا مظہر ہے اور رحمٰن عرش پر ہے۔

اسی لیئے نفس جسم کے عرش پر متمکن ہے۔جب تک عرشِ جسم کا اعتدال رہا یہ نفس اسی پر جلوہ گر رہے گا جب اس عرش کا پایۂ تخت اور قویٰ میں ضعف واقع ہو گیا تو عناصر کا اعتدال متعدل نہیں رہے گا

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب اور موت کیا ان ہی اجزاء کا پریشاں ہونا (غالبؔ)

تو اس پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ عرش میرا اصل مقام نہیں ہے پھر ایسے میں یہ روح جو کہ امر ربی ہے کی طرف رجوع کرے گا اور روح میں حسبِ حیثیت اپنا مقام بنائے گا اگر اس نے عرش پر رہتے ہوئے (یعنی عرشِ جسم پر) روحِ امر کے تقاضے پورے کیئے تھے تو اپنا مقام اچھا پائے گا اور اگر یہ روح کے تقاضوں سے غافل ہو گیا تھا تو روح اس سے متنفر ہو گی اور یہ مختلف عذابوں میں مبتلا رہے گا۔بعض کاملین کے نفوس مٓ اور مٓ ثانی کو اپنی ذات میں جمع کر لیتے ہیں اور روح جسم اور نفس کو ایک کر لیتے ہیں اور بلا واسطہ فیضان حاصل کر لیتے ہیں اگر جسم کے تقاضوں کو کم کر دیا جائے تو روح نفس پر جلوہ کرتی ہے اور اگر جسم کے تقاضوں کو پورا کیا جائے تو روح متنفر ہوتی ہے۔

حٰمٓ عسقٓ

حٰمٓ کے معنوں پر تدبر کرنے والے پر خوب واضح ہے کہ یہ عینیت سریان اور قریب کی وضاحت ہے۔

ع= سے مراد عینیت ہے

س= سے مراد سریان فی الوجود ہے

ق= سے مراد قربتِ حق ہے

یہ مراتب خلقی میں حق سے وابستگی کی شرح ہے اور کمالِ محبت وقرب عینیت وسریان کی وضاحت عسقٓ میں موجود ہے۔ دراصل سریانی زبان میں عسقٓ کے معنی کمالِ محبت کے ہیں اور لفظ عشق اسی عسقٓ سے نکلا ہے۔ یہ کل ۹ حروف (ع ی ن س ی ن ق اف) ہیں جو اپنے کمالِ خلقی کو ظاہر کرتے ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خلق اپنے کمال وتکمیل سے موجود ہے اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔

حٰمٓ حاء مکتوبی حرف ہے اور مٓ ملفوظی حرف ہے۔

کتب = یعنی مکتوبی ہونا۔ اپنے مقام پر ہر حرکت، نشت وبرخاست اور تغیر وتبدل سے بَری اور استغنائے ذاتی کی علامت ہے اور ملفوظی حرکت تکوینِ عالم کی علامت ہے اور باقی عسقٓ تمام حروف ملفوظی ہیں۔ جو مراتبِ عالمِ آفاق کو ظاہر کرتے ہیں کیونکہ الحقیقت المحمدیه مراتبِ المحمدیه مراتبِ انفس میں عسقٓ مراتبِ آفاق ہیں۔

جیسا کہ ہم حٰمٓ سے حیات \ ممات، حیاتِ حق مماتِ خلق بیان کر چکے ہیں ایسے ہی آفاق میں باقی امہات الصفات ظاہر ہیں:

ع = علم

س = سمع

ق = قدرت

دراصل انہی ۳ میں باقی ۳ صفاتِ ذاتی پوشیدہ ہیں

علم فی الکلام (علم کے اندر بولنا)

سمع فی البصر (سماعت کے اندر دیکھنا)

قدرت فی الارادہ (قدرت کے اندر ارادہ)

کلام بغیر علم کچھ بھی نہیں ہے لیکن علم بغیر کلام کے بھی مسلمہ حیثیت رکھتا ہے

بصر بغیر سمع کچھ حیثیت نہیں رکھتا ہے مگر سماعت بغیر بصر بھی بہت کچھ ہے

اسی لیئے اللہ نے ہر جگہ اسے مقدم فرمایا ہے۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (پارہ: ۲۵۔ الشوریٰ۔ ۱۱)

اور ارادہ بغیر قدرت کچھ مقام نہیں رکھتا ہے مگر قدرت ارادہ کے بغیر بھی مؤثر ہے۔

دراصل عسق وہ صفات ہیں جو متمکن ہیں اور ان کے تحت وہ صفات ہیں جو متحرک ہیں اسی لیئے سورۃ شوریٰ میں حٰمعسق کے بعد وحی کا تذکرہ آیا ہے اور صفات جو وحی ارسال کرنے کا ذریعہ بنی وہ متمکن ہیں جن کے ذریعے وحی پہنچی وہ متحرک ہیں۔ کلام، بصر، ارادہ عسق ہیں ان کا تذکرہ نہیں اشارہ ہے۔ جب کہ علم، سمع، قدرت کا تذکرہ ہے۔

علم کلام کے ذریعے عطا ہوا ہے۔

سمع بصارت اور بصیرت پیدا کر رہی ہے۔

قدرت انسانیت کے لیئے خیر کا ارادہ فرما رہی ہے۔

امھات الصفات اس فارمولے پر پورے پھیلاؤ کے ساتھ جاری وساری ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں ایک فیض بخش رہی ہے تو دوسری صفت قبول کر رہی ہے اور یہ سلسلہ خلق میں جاری ہے اور متحرک کرنے کے لیئے الگ صفتِ حیات ہے اور مسکن صفت موت جو حٰم میں ظاہر ہے اور عسق پورے عالمِ آفاق پر مسلط ہے اور بطورِ اشارات کے ان حروف کے بسائط اور بسط البسائط اور اعداد کے تداخل وغیرہ میں عجیب وغریب اشارات مضمر ہیں۔ بطورِ مثال کہ میں ایک سادہ سا نمونہ پیش کر رہا ہوں۔

جمل کبیر حم عسق	=	278
تعدادِ حروف	=	5
مجموعہ کل	=	283
تلفیظِ اعداد	=	ج ف ر

اس سے لفظ جفر برآمد ہوا جو علوم اسرار میں سے ہے۔ اب مزید بسائط کے اندر جفر کی شرح ہو سکتی ہے مگر خاکسار مراد اشارات سے ہے اور مجمل انداز میں اشارات سے بیان کر رہا ہوں اگر تفصیل میں جائیں تو بات طویل ہو جائے گی۔

وضاحت: اے طالب تجھے میرے مذکورہ بیان کردہ حقائق الجھن میں نہ ڈالیں کہ بندہ بعض دفعہ ایک حرف کے بے شمار معنی لے لیتا ہوں اور بعض دفعہ میرے بیان کردہ معنی بظاہر ایک دوسرے کے متضاد بھی معلوم ہوتے ہیں اس کی وضاحت ضروری ہے۔

بعض حروف جب اپنے سیاق وسباق کے ساتھ معنی دیتے ہیں تو ان کا مفہوم یقیناً بدل جاتا ہے جیسے الفاظ کا اصول ہے کہ اپنے سیاق وسباق سے اپنے معنوں کو مختلف کر دیتے ہیں اسی طرح مقطعاتِ حروف کا سلسلہ ہے جن میں تقدیم وتاخیر ہوتی ہے تو حروف اپنے معنوں میں تبدیلی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب ہم کسی حرف کو حقائقِ خلقیہ پر بولتے ہیں تو اسکے معنی کچھ اور ہوتے ہیں اور جب عالمِ خُلق میں اُس حرف کے معنی تلاش کرتے ہیں تو کچھ اور حقائق ظاہر ہوتے ہیں بعینہٖ عالم امر عام اور عالم امر خاص اور حقیقت الحقائق میں ہر حرف مختلف معنی دیتا ہے۔ اسی طرح اگر عالمِ اَنفُس میں اگر تدبر کریں تو حروف کے معنی اور ہوتے ہیں اگر آفاق میں اُصولوں کے

اندراس کے معنی تلاش کریں تو کئی نئی چیزیں واضح ہوتی ہیں اگر عقلی تدبر، فہم وفراست اور قوتِ خیال سے کام لیا جائے اور اپنی حسِ علمی و مطالعہ کی نظر سے فکر کریں تو فہم میں نئے انداز کے معنی مدرک ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ جب آپ اختلاف دیکھیں تو اس بات کو ضرور ملحوظ رکھیں کہ اُس جگہ خاکسار کی مراد کس مقام سے ہے۔

نٓ

ن۔ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْن (پارہ:۲۹۔ القلم۔۱)۔ حرفِ نون حروفِ مسروری میں سے ہے اور اس قسم کے کل ۳ حروف ابجد میں مؤجود ہیں یعنی نون، واو، میم۔ ان تینوں حروف کے اول وآخر ایک ہی قسم کے حروف قائم ہیں یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ اس قسم کے حروف سے یہ مراد ہوتی ہے کہ جو اول ہے وہی آخر ہے یعنی آخر میں وہی کچھ کسی واسطہ کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ن و ن دونوں ن کے درمیان کتنا واسطہ ہے تو پتہ لگا کہ درمیان میں و مؤجود ہے جو ابجد میں چھٹے مرتبہ پر واقع ہے تو معلوم ہوا ن کو ن تک پہنچنے میں خود ۶ مراتب طے کرنا پڑے۔

خلق السمٰوٰت والارض و ما بینھما فی ستہ الایام یہ ایامِ الٰہی کی تشریح ہے اب ذرا نون کی صورت پر تدبر فرمائیں۔ یہ ایک چشم معلوم ہو رہی ہے جس پر ابرو ہے۔ یہاں صرف چشم ہی چشم ہے یعنی عین ہے اور اس کا غیر نہیں ہے اور عین مقام علم ہے نون مراتب ثابت فی العلم ہے، کیا ثابت ہے؟؟؟ ظاہری بات ہے کہ علم ہی ثابت ہے۔ اور انسان سریانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی مردمک چشم یعنی انسانی آنکھ کی پتلی کے ہیں۔ نون سے مراد انسان ہے مگر یہ کیسا انسان ہے جو ثابت فی العلم ہے اور شاہد ہے مشہود نہیں تو یہ انسانِ کامل ہے اور نون سے مراد وحدت ہے اور حقیقت محمدیہ بھی اسی کا نام ہے۔ نون پر مدّہ ءدراصل الفِ احدیت کا ظِل ہے جو نقطہ ذات ثابت فی العلم پر محیط ہے اور اس نون سے مراد اعیان ثابتہ ہیں یعنی ظلِ احدیت۔ اَلَمْ تَرَاِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (پارہ:۱۹۔ الفرقان۔۴۵) (اے محبوب ﷺ کیا آپ نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلا یا سایہ)۔

اگر صورت پر مزید تدبر کیا جائے تو یہ دوات اور قلم کی صورت پیش کرتی ہے بعد میں قلم اور سطور کا تذکرہ ہے تو معلوم ہوا کہ مؤجودات کی تمام صورتیں اسی مرتبہ میں متعین ہیں اسی میں قضاء وقدر کی تمام تفصیلات درج ہیں اور قلم اعلیٰ ہے اور نیچے خط کی صورت میں دائرہ ممکن الوجود ہے ان دونوں کے وسط میں نقطۂ نورِ نبی ہے کہ قلم اعلیٰ لوحِ عالم ممکن الوجود پر نقطۂ نورِ نبی کی سیاہی سے قضاوقدر اور صورِ علمیہ کو صورِ عینیہ میں درج کر رہی ہے۔ ن و ن کے اول وآخر یہی نقطہ ہے کہ مراتب ستہ کے بعد نٓ اعیانِ ثابتہ، اعیان خارجہ میں ظاہر ہوجاتا ہے سب سے اول جو چیز نٓ لکھتے ہوئے لکھی جاتی ہے وہ قوسِ نٓ ہے۔ پھر نقطہ اور پھر مد۔ اس میں ہم بتدریج ممکن الوجود (قوسِ نٓ) واجب الوجود نقطۂ نٓ اور واجب الوجوب مدنون کو بیان کرتے ہیں۔ خواہ ہمارے علم میں یہ بات ہو یا نہ ہو۔ نٓ ابجد میں چودھویں مرتبہ کا حرف ہے اور طہٰ کے مراتب بھی ۱۴ ہیں۔ ثابت ہوا اس سے حضور ﷺ ہی مراد ہیں۔ عربی زبان میں نون بمعنی مچھلی ہے اور مچھلی کا مقام بحیرہ ہے معلوم ہوا کہ حقیقتِ محمدی بحرِ ذات میں ساری ہے اور اپنی بقا میں مؤجود محض ہے کہ ذات نے اسی حقیقت کو وسعت دیکر اور اجمال کو تفصیل بخش کر

ظہوراتِ مؤجودات کا کام کیا ہے۔ ںٓ کے مذکورہ ۶ مراتب ہیں

وحدت

واحدیت

روح

مثال

جسم

انسان

نون اپنی مؤجودگی اور معنوی طور پر آخری مرتبہ انسان کا ہونا لازم کر رہا ہے۔ وحدت نٓ یہ انسان کامل حضور ﷺ کی وحدت ہے اور واو کے چھ مراتب کے بعد آخری ںٓ سے مراد انسانِ عام ہے کہ اولاً وحدت اِجمالی ہے اور اسکی تفصیل مرتبہٗ انسان میں آ کر ظاہر ہوئی اور ںٓ کی قوس سے مراد وحدت میں قاب قوسین ہے۔

ںٓ۔ کے جب اس مقام کا آپ ﷺ نے دعویٰ فرمایا۔ لوگ آپ ﷺ کو مجنون کہنے لگے۔ جب آپ ﷺ مرتبہٗ آخر میں ظاہر ہوئے تو چونکہ تفصیل کے اندر آپ بھی بشر تھے جب خود ذاتِ فرد الافراد نے عروج کیا تو اپنی وحدت میں تمام کائنات کو مؤجود پایا اور بعض کلمات ظاہر ہوئے جس سے بعض لوگ آپ ﷺ کو مجنوں کہنے لگے اس صورت میں اس جانب اشارہ ہے کہ عنقریب ان پر ثابت ہو جائے گا کہ مجنوں آپ ﷺ نہیں بلکہ وہ سب خود تھے کیونکہ آخر سب نے اسی وحدت تک جانا ہے جو آپ ﷺ کا ذاتی تعین اولیٰ ہے ان حروف ثلاثہ کو

مسروری (ومٓ نٓ) کہا جاتا ہے یعنی یہ خود اپنی ذات میں سید ہیں۔ اگر ان حروف کو اِس بنا پر دیکھا جائے کہ چونکہ ںٓ کی قبیل سے ہیں تو وٓ سے مراد وحدت اور مٓ سے مراد محمد ﷺ اور ںٓ سے مراد نور ہے اور یہ ایک ہی ہستی کے نام ہیں ںٓ اس قبیل میں سب سے بلند درجہ رکھتا ہے اس لیئے اسکو خاص معنی میں سورۃ قلم میں اللہ پاک نے قائم فرمایا۔ ان حروف کے وسائط بھی اپنے اندر خاص الخاص اسرار رکھتے ہیں مثلاً

نون	کے وسط میں ہے	و
میم	کے وسط میں ہے	ی
واو	کے وسط میں ہے	ا

وٓاو ضمہ (ُ) حرکت کے قائم مقام ہے اور یہ حرکت اسمِ ذات کے معنوں کو قائم رکھے ہوئے ہے اور یہ راجع ہے ھویت کی طرف مگر یہاں یہ حرکت کی بجائے حرف بن کر واقع ہے معلوم ہوا جس کی طرف حرکت بن کر اشارہ کرتی ہے وہ یہی ذاتِ واحد ہے جس کی طرف ںٓ میں اشارہ ہے کیونکہ اس حرکت کو جس سے مراد تلوین ہے یہاں تمکین حاصل ہے اسم اللہ کی ہویت کو یہ حرکت کسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

یٓ سے مراد ہے کہ یہی وہ ذات ہے کہ جو اولیت میں ظاہر اور آخریت میں ظاہر سے مخفی ہے یعنی اپنی پوشیدگی میں ظاہر اور اپنے ظہور میں پنہاں ہے کیونکہ یہ حرف یٓ جب کسی لفظ کے شروع میں واقع ہوتا ہے تو خود میں پوشیدہ نقاط کو ظاہر کر دیتا ہے اور جب کسی لفظ کے آخر لکھا

جاتا ہے تو اپنے اندر نقاط کو پوشیدہ کر لیتا ہے اس کے دو نقاط سے مراد اس جگہ اعیانِ ثابتہ اور اور اعیانِ خارجہ ہیں کہ دونوں ایک جیسے ہیں مگر ایک حق دوسرا خلق کیونکہ نقطہ دوم اول کا ظِل ہے اور اعیانِ ثابتہ خارجہ کے بعد الف احدیت اپنی شان سے جلوہ گر ہے معلوم ہوا کہ جب ان تمام مراتب کو فنا ہو گی تو احدیت ہی رہے گی اور یہ احدیت حروف **واو** کے الف سے ظہور میں آئی ہے اور واو سے مراد مراتبِ ستہ ہیں یہ احدیت مراتب ستہ میں بھی قائم ہے یعنی ان مراتب میں ایک بھی مرتبہ ایسا نہیں ہے جو احدیت کے ظہور سے خالی ہو اور آخر اپنے مقامَ معلوم تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

نون کے قوس کو عقلِ کُل کہا جاتا ہے اور نقطہ کو نور اور مد کو قلمِ اعلیٰ یہ وہ ۳ تعینات ہیں جن کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا!

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ یا جابر (رضی اللّٰه تعالیٰ عنه) اے جابر! سب سے پہلے اللہ نے جو چیز پیدا کی وہ میرا نور ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلُ (یا جابر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهٗ) اے جابر! سب سے پہلے اللہ نے جو چیز پیدا کی وہ عقل ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ (یا جابر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهٗ) اے جابر! سب سے پہلے اللہ نے جو چیز پیدا کی وہ قلم ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عین سے مراد علم ہوتا ہے اور علم کے لیے عقل ضروری ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے سب سے اول عقل کو ظہور بخشا اسی لیئے ہم پہلے نٓ کی قوس کو بناتے ہیں بعد از اں اللہ کریم نے اس عقل کو اپنی ذات کے نور سے نقطۂ نور کی صورت میں منور کیا عقل کو نور بخشا پھر قلم اعلیٰ سے عقل میں نور سے نقش و نگارِ عالم بنائے اس طرح صورِ علمیہ معلوم ہوئیں۔ اس حرف کو ادا کرتے وقت ہونٹ الگ الگ رہتے ہیں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وحدت کبھی متصل نہیں ہوتی ہر اضافت سے پاک ہے انفصال کو قبول نہیں کرتی اور اگر کسی کا اتصال ہے تو وحدت سے نہیں بلکہ اپنی وحدت سے ہے اور اسکے اپنے نقطۂ وجدانی کا کمال ہے۔

لیکن یہ دیکھنا تفصیل سے اجمال کی طرف ہے لیکن اگر اجمال سے تفصیل کی طرف دیکھنا منظور ہو تو آپ دیکھیں کہ جب نٓ کسی لفظ کی ابتداء میں لکھا جائے تو ضرور اس حرف سے متصل رہے گا یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وحدت جب اجمال سے تفصیل کی طرف اپنا ظہور فرماتی ہے تو اپنے مابعد مراتب سے متصل رہتی ہے مگر جب انسان یعنی علمِ بیان رکھنے والا کیونکہ ہونٹوں کی ادائیگی کا تعلق علمِ بیان سے ہے جب علم بیان والا جو کہ مرتبۂ تفصیل میں واقع ہے اس طرف راہ پائے تو البتہ کوئی جگہ اس میں نہ پائے گا سوائے اپنے مقام معلوم کے جو کہ خود اس کی ذات ہے اگر مراتب نٓ کو تفصیل سے دیکھنا منظور ہو تو سورہ رحمٰن پر تفکر کر۔ الرحمٰن علم القرآن ۔خلق الانسان علم البیان۔ یہاں ہر بیان کے آخر میں نٓ اپنی شان ظاہر کر رہا ہے اول الرحمٰن میں مٓ اور نٓ کے درمیان الف شان احدیت سے جلوہ گر ہے اور نٓ کو رحمٰن سے متصل کر رہا ہے باقی قرآن ۔انسان۔ بیان کے مراتب میں متصل ہے مگر ان کی تکمیل اس کی مؤجودگی کے بغیر ممکن نہیں ہے اگر ان معنی اور مراتب پر آپ تفکر کریں تو اس پوری سورہ میں بہت سے مقامات پر آپ حیرت میں مبتلا ہو جائیں یہ اسرار کی ایک راہ ہے۔

اب کچھ نون و قلم کے بارے میں نٓ کے ضمن میں شرح کی جاتی ہے۔ قلم اعلیٰ بطریق تمیُّز مظاہر خلقیہ میں حق کے پہلے تعینات سے مراد ہے اس کا وجود، وجودِ عینی جو حق سے تعبیر ہے اور قلم اعلیٰ ایک انموذج ہے کہ جس کو چاہتا ہے لوحِ محفوظ میں منقش کر دیتا ہے مثلِ عقل کے کہ

وہ بھی ایک انموذج ہے دیکھیں (نٓ) قلم اور عقل دونوں خطوط پر مشتمل ہے عقل جس کو چاہتا ہے قلم سے مل کر نفس میں نقش کر دیتا ہے یہ تینوں ایک دوسرے سے مستفیض ہیں اور منقوشات میں یہی مرتبہ اصل الاصول ہے۔اس لیئے نٓ کو قلم دوات کے مشابہہ دکھایا گیا ہے مگر چونکہ دوات میں جو سیاہی موٴجود ہوتی ہے جیسے نٓ نقطہ کی صورت میں دکھایا گیا ہے سیاہی میں تمام حروف موٴجود ہوتے ہیں مگر جب تک قلم سیاہی میں اپنی تدبیر کر کے لوح پر حروف کو لکھ نہیں دیتی دوات میں موٴجود حروف پوشیدہ رہتے ہیں اس نٓ میں سیاہی کی جگہ نقطہ اس لیئے دکھایا گیا ہے کہ جب قلم سے کوئی نقطہ یا حرف دکھایا جاتا ہے تو اول جو چیز کاغذ یعنی لوح پر قلم بناتا ہے وہ نقطہ ہی ہوتا ہے باقی خطوط وغیرہ اس نقطہ میں مخفی ہوتے ہیں وحدت وہ مرتبہ ہے جس میں اجمالاً سیاہی کی صورت میں اعیان خارجہ یعنی عالم تکوین کے تمام لوح قلم نقوش اور حروف موٴجود ہوتے ہیں بعد ازاں عقل نورِ قلم سے ظہور کا درجہ پاتے ہیں نورِ الٰہی جس میں موٴجودات کا وجود ہے سے مراد نقطہٴ نٓ ہے اور اس سے مراد نفس کلی ہے پھر ادراک بہ سبب اس چیز کے جسے قلم اعلیٰ یعنی نٓ مٓد نے لوح یعنی قوسِ نٓ پر لکھا ہے لوحِ محفوظ کہا جاتا ہے اس نور کی وجھوں میں سے کسی وجہ کے بغیر نہیں ہوتا ہم اس وجہ کو عقلِ کلی سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ لوح میں نور سے امور کا انتقاش پانا قضا کے نام تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ تفصیل اصلی ہے جو حروفِ الٰہی کا تقاضہ کرتی ہے پھر لوح محفوظ میں تقدیر پر اسی حکم کا نام ہے کہ جو خلق کو ایک صورت معینہ پر ایک خاص حالت میں اور خاص وقت پر ظاہر کرتا ہے اور اسی کا نام اپنے مجلیٰ کے اعتبار سے قلم اعلیٰ ہے معلوم ہوا کہ لوح محفوظ کا علم ،علمِ الٰہی کا تھوڑا سا حصہ ہے جس کو اللہ تبارک تعالیٰ نے قانونِ حکمت الٰہیہ کے موافق بموجب اس چیز کے جس کا حقائق موجودات خلقیہ نے تقاضہ کیا جاری فرمایا پھر اس کے بعد معلوم ہوا کہ نورِ الٰہی جسے نٓ میں نقطہ سے ظاہر کیا گیا ہے اصل لوحِ محفوظ ہے (یعنی روح رواں) کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو لوح وقلم کا وجود بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اگر قلم نہ ہو تب بھی موافق مقصد نٓ یہ حرف با معنی ہے لیکن اگر عقل اول یعنی لوح نٓ نہ ہو تب بھی مقصد فوت ہو جاتا ہے کیونکہ عقل اول وہ چیز ہے جس کو حق نے اول ظہور فرمایا۔نورِ الٰہی نقطہٴ نٓ ذاتِ الٰہی ہے اس لیئے کہ ذات الٰہی کی تجزی اور انقسام محال ہے اور نقطہ کی تجزی وانقسام بھی محال ہے اور وہ حق مطلق ہے جو نفس کلیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ خلقِ مطلق کی وجہ خاص ہے اس کی طرف اللہ تعالیٰ اس قول میں اشارہ فرماتے ہیں۔

بَلْ ھُوَ قُرْاٰن" مَّجِید۔فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظ (بلکہ وہ قرآن مجید ہے بیچ لوح محفوظ کے۔ پارہ:۳۰۔ بروج ۲۰۔۲۱)

قرآن سے مراد نفسِ حق ہے جیسا کہ سورہ رحمٰن میں (علم القرآن) میں نٓ اپنی موٴجودگی سے خود کو قرآن کے اندر مشاہدہ کرا رہا ہے نفس حق جو بلند درجہ کی بزرگی اور عزت کا مالک ہے اور فی لوح محفوظ کے معنی فی نفس الکلیہ کے ہیں میری مراد نفسِ کلیہ سے انسان کامل کا نفس ہے جیسا کہ اس سے قبل نٓ سے مراد وحدت حقیقت محمدیہ اور نٓ بمعنی انسان کامل بیان ہو چکا ہے انسان کامل کے نفس میں خدا کی ذات بغیر حلول کے موٴجود ہے کیونکہ وہ حلول واتحاد سے منزہ ہے۔

اور نٓ کے معنی صورِ مخلوقات کے یکبارگی نقش پانے سے مراد ہے مع ان احوال واوصاف کے جیسا کہ وہ عالم ظہور میں موٴجود ہیں اور یہ انتقاش عبارت ہے اس سے کہ حق تعالیٰ نے ان کو کہا کُن پھر وہ جب حسبِ جریانِ قلم اس لوح میں موٴجود ہو گئیں جو کلمہٴ کُن کا مظہر ہے اس لیئے جو کچھ کلمہ کن سے صادر ہوتا ہے وہ لوحِ محفوظ کے اندر ہے اسی لیئے ہم نے اسے کہا کہ نٓ کلامِ الٰہی کا مظہر ہے اور معرفت حاصل

کر کہ نقطہ جو نٓ کے اوپر موٴجود ہے ذاتِ تعالیٰ کی طرف اشارہ ہے جو مخلوقات کی صورتوں میں ظاہر ہوئی ہے پھر اول جو مخلوق سے ظاہر ہوتا ہے وہ اس کی ذات ہے پھر مخلوق ظاہر ہوتی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ اول جب نٓ کا قوس ظہور کرتا ہے تو اولاً نقطہ ظاہر ہوتا ہے پھر اسی نقطہ کے پھیلاوٴ کا نام قوسِ نون ہے اور جب یہ جان لیا گیا کہ نقطہ ذاتِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے تو پھر یہ بھی جان لے کہ دائرۂ نٓ مخلوقات کی طرف اشارہ ہے اور قلم امرِ الٰہی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

اگر ہم اس حرف کے اسرار بیان کریں اور کمیتِ اعداد اور بسائط کا اظہار کریں اور پھر ان اختراعات اور تاثرات کونیہ کو جو اس حرف میں موٴجود ہیں بیان کریں تو فہم کو حیرت اور سرگشتگی پیدا ہو کہ اس نے کہاں سے اِن اسرار کو لیا ہے مگر اشارات کے بعد ہم عاقل پر چھوڑتے ہیں ۔اللہ توفیق دے جس کی عقل اس کے نور کے ساتھ روشن ہو۔

لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (پارہ:١٦۔ الکھف۔١٠٩) ۔اگر میرے رب کے کلمات لکھنے کو سمندر سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں گے قبل اس کے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں۔ اگر چہ بطور عدد ان کی مانند اور دریائے لائے جائیں۔ نٓ اُس سیاہی پر مشتمل ہے جو کلام الٰہی سے مراد ہے تو پھر یقیناً جیسا کہ اس سے قبل بیان ہوا نٓ سے مراد کلمۂ کُن ہے اور وہ کلام الٰہی ہے پس ممکنات حق کے کلمے ہیں اس لیئے کہ کلام اپنی جملہ صورتوں میں علم متکلم کے ان معنوں کی صورت ہے جس کے ظاہر کرنے کا متکلم نے ارادہ کیا پھر وہ اس معنی کے سننے والے ہوتے ہیں کیا تو نے دیکھا کہ نٓ آنکھ سے مشابہہ ہونے کے علاوہ کان سے بھی کس قدر مشابہہ ہے پس یہ دونوں سمع و بصر کے محل کو ظاہر کر رہی ہیں۔

قضاء قدر

نٓ

نون کی مدّ سے مراد امر الٰہی ہے (قلم)

نون کے نقطے سے مراد نور ہے (روشنائی)

نون کی گولائی سے مراد عقل کل ہے (لوح یا تختی)

اولاً عقل اول کا ظہور عقل کل سے ہوا عقل کے ذاتی اقتضاء نقطہ ذات سے معقولات کے طالب ہوئے نقطۂ نورِ ذات نے قلم امرِ الٰہی سے ان اقتضآت کو طلب کیا امر الٰہی نے معلوماتِ عقلیہ کے تحت نقطۂ نورِ ذات میں امر نازل فرمایا پھر یہ امر نورِ ذات کے ذریعے عقل کل لوح میں منقوشات بنانے کا سبب ہوا عقل نے تقاضا کیا نور نے امرِ الٰہی کو متوجہ کیا امر نے قبول کیا اور علمِ الٰہی میں اول جان کر اللہ نے پیدا کیا، پیدا کر کے نہیں جانا۔

قضا و قدر کے بیان سے ایک اور نقطہ واضح ہوتا ہے کہ یہ جو ہم نے

مدّ کوامرِالٰہی

نطقہ کونور

اور

قوس دائرہ کوعقل سے منسوب کیا ہے

اور قضاء وقدر کا تعلق اس کے ساتھ بیان کیا ہے تو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امر، نور، عقل کی بھی تھوڑی سی تشریح کر دی جائے۔

امر کی شرح یہ ہے کہ علمِ حق نے بمقتضائے ذات تجلّی فرمائی یہی مقتضائے ارادہ ہے اور یہ امر کے تحت ہے۔(اِنَّمَآ اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡئًا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ (جب چاہے پیدا کرنا کسی چیز کا۔تو کہتا ہے ہوجا۔پس وہ ہوجاتی ہے۔ پارہ:۲۳۔یاسین۔۸۲)

اور وہ حق کا معلومات کو وجود سے مخصوص کرنا ہے۔جیسا کہ اس کا علم تقاضہ کرتا ہے اور ہمارا ارادہ اور امر، حق تعالیٰ کے ارادہ وامر کا عین ہے لیکن ہمارا حادث ہے اور وہ قدیم ہے۔

نور: اور نور کی شرح یہ ہے کہ سورہ نور میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے،نور ازلی ہے اور ایک جلیل القدر سر ہے جو عین موٴجودات میں نازل کیا گیا ہے تاکہ اس سے اللہ تعالیٰ انسان کی طرف دیکھے۔اپنی کتاب میں اسے حق نے روح اللہ سے تعبیر فرمایا ہے یہ مخلوقات کا مغز ہے کیا اعلیٰ کیا ادنیٰ تمام موٴجودات کا خلاصہ ہے اور محیط ہے۔

خلاصہ اس لیئے ہے موٴجودات کا قلب ہے اور یہ ایک نقطہ ہے جس پر اسماء وصفات کا محیط دائرہ ہے جب وہ بشرط مواجیہ کسی اسم یا صفت کا مقابل ہوتا ہے تو اسم یا صفت کا حکم اس میں منقش ہوجاتا ہے اور اس میں نور کا تعلق انسانی قلب کے مقام ھَمُ سے ہے اسم نور کے ۳ حروف مخصوص ہیں

ن = نبوت

و = روئیت

ر = رسالت

یہی وہ ۳ حقائق ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ مخلوق کو دیکھتا ہے اور یہ قدیم ہیں۔روح، اللہ اور کائنات کے مغز ہیں۔ان مراتب کے تقدم و تاخر میں خاص اسرار ہیں اور اسم نور کی شرح میں بہت رموز ہیں۔

عقل: عقل اول وجود میں علم الٰہی کی شکل کا محل ہے یہ علم اجمال الٰہی کی تفصیل ہے اور محل تعین وتنزل ہے اول اس سے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو پیدا کیا پس حضور ﷺ اس جہت سے آدم علیہ السلام کے باپ ہیں اور جمیع عالم کی اصل ہیں اس لیئے سدرۃ المنتہیٰ پر جاکر جبرائیل ٹھر گئے۔آپ ﷺ تنہا چل پڑے۔عقل اول کا نام روح الامین اس جہت سے پڑا ہے اور تعین احکام ونزولِ احکام خود اقتضاء عقل اول ہیں۔

کچھ بیان عقل کے بارے میں

سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی آلہ Instrument، مادہ Material، مدت (Duration,Period) اور عنوان Subject کے پیدا کیا اور بعد میں اس سے تمام چیزیں پیدا کیں وہ عقل ہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ　　　سب سے پہلے اللہ نے جو چیز پیدا کی وہ میرا نور ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلُ　　　سب سے پہلے اللہ نے جو چیز پیدا کی وہ عقل ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمْ　　　سب سے پہلے اللہ نے جو چیز پیدا کی وہ قلم ہے۔

ان احادیث میں ایک لفظ قابلِ غور ہے اور وہ ہے اَوَّلُ یعنی سب سے پہلے (اولیت) مثلاً

۱۔ امسال احمد میٹرک (دہم) کے امتحان میں پورے صوبے یا ملک میں اول آیا

۲۔ مرتبے کے لحاظ سے امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم باقی صحابہ سے فضیلت میں اولیت رکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا جملوں میں پہلا جملہ زمانے کے لحاظ سے ہے کیونکہ احمد سے پہلے بھی کئی لڑکے اول آ چکے ہیں لہٰذا اس قسم کی اولیت مستقل (Constant) نہیں بلکہ تغیر پذیر (Variable) ہے اور دوسرا جملہ مرتبے کے لحاظ سے ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی فضیلت مرتبے اور زمانے دونوں اعتبار سے مسلمانِ عالم میں ماضی، حال اور مستقبل میں مسلمہ ہے تو ثابت یہ ہوا کہ زمانے کی اولیت مجازی اور مرتبے کی اولیت حقیقی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جو چیز مرتبے اور حقیقت میں اول ہے وہ حقیقت میں اول ہے اور تغیر سے محفوظ ہے۔

یہی حقیقی اولیت عقل کو حاصل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا لہٰذا سب سے زیادہ مرتبہ عقل کا ہے۔

جب ہویتِ محضہ نے الٰہیت کا لباس پہنا تو اس سے ایک صاف اور کامل جوہر ظاہر ہوا جو کہ پاک تھا رنگوں سے، اشکال سے، مقادیر (مقدار کی جمع) سے، ناپے جانے سے، اس جوہر اور مبداء میں کوئی واسطہ نہ تھا بلکہ یہ جوہر خود واسطہ بنا کل اشیاء اور خالق کے درمیان میں اور اسی جوہر کو عقل اول کہتے ہیں۔ تمام مفردات اور مرکبات میں عقلِ اول ہی اولیت لیئے ہوئے ہے اور باقی سب اشیاء کا ظہور اسی سے ہوا اور آخر میں سب اشیاء اسی کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہی اول ہے یہی آخر ہے، یہی مبداء ہے یہی معاد ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے قلم سے لکھ رہا ہے کیونکہ تمام موٴجودات کی مثال تحریر کی ہے اور تمام اجزءِ عالم کی مثال تحریر کے معنی کی ہے کیونکہ معنی حروف کے برتن میں رکھے جاتے ہیں جب اللہ تبارک تعالیٰ نے عقل اور خلق کی پیدائش کی تو عقل کو سب کا سردار بنایا پس یہی عقل کی مثال کتاب کا تلفظ ہے اور عقل ہی کے وجود کی وجہ سے وہ جو مخفی تھا ظاہر ہوا یعنی عقل نے اپنے فعل و افعال سے کل اشیاء کو جن کا مادہ اس کے اندر پوشیدہ تھا کو ظاہر کیا اس وجہ سے یہی عقل قلم کہلائی کیونکہ قلم کے ذریعے سے ہی مختلف النوع اشکال و صورتیں اور مختلف معانی کے حروف ظاہر ہوتے ہیں یہی عقل خدا کا قلم ہے جس سے اس نے کتابتِ موٴجودات کے حروف، صنعت کے صفحات قدرت کی لوح پر لکھے گویا عقل اللہ کا قلم ہوئی کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ قلم نے پروردگار سے عرض کی کہ میں کیا لکھوں تو اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا'' کہ

میری توحید لکھ اور جو کچھ میرے بندوں پر قیامت تک جاری ہوگا سب لکھ '' یہ کلمات اللہ تبارک تعالیٰ نے قلم کو الہام فرمائے ہیں۔
تب قلم نے نفس انسانی کو ظاہر کیا اور اس پر توحید اور کلمہ معرفت لکھا پھر نفوس جزویہ میں اپنے خاص فیضان کے لائق ایک نفس کو تلاش کیا اور اُس نفس کے جوہر پر اپنے نورِ علم کا فیضان کیا اور وحی کے ساتھ اُس کی امداد کی کیونکہ نفس انسانی کو بغیر عقلی امداد کے شرف حاصل نہیں ہوتا ہے
۔

جب نفس طلب علم میں عقل کے وجود کا محتاج ہوا تو نفس جزویات میں جس جُز کا تعلق عقل کے جس جُز سے ہوتا ہے وہ اس کی کفایت کرتی ہے اور جو نفس کلی ہے وہ اپنی جزویات کے واسطے کمال مصلحت کا طالب ہوتا ہے اور اُس چیز کو بھی جانتا ہے جو اُس کا (یعنی نفس کلی) کا احاطہ کیئے ہوئے ہے یعنی حدوث کو۔ تو یہاں نفس کو علم ہوا کہ طلب مصالح میں عقول جزویہ کافی نہیں ہوتی ہیں اس لیئے نفس کلی عقل کلی سے مدد حاصل کرتا ہے اور اس کی نظریں ہر وقت عقل کلی کی طرف لگی رہتی ہیں اور اسی وجہ سے مصلحت کے وقت اپنی تجرد ذاتی پر قناعت نہیں کرتا اور اپنے لائق موزوں اور کامل المزاج جسم اختیار کرتا ہے اور جس وقت اُس نے جسم اختیار کیا اُسی وقت اپنے ذاتی کمال کے ساتھ اُس جسم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اُس کو اپنے فیضان سے مستفید و مستفیض کر کے صاحب دعوت نبی اور صاحبِ شریعت رسول بنا دیتا ہے اور اسی فیضان کی کمی یا زیادتی کے وجہ سے رسولوں کے حالات میں فرق ہوتا ہے۔
جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو نبوت عطا فرماتے تھے تو اول عقل کے ذریعے نبی میں ایک خاص تاثیر پیدا کی جاتی تھی تو نتیجتاً اس نبی میں نورِ نبوت قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی تھی (اب چونکہ نبوت میرے آقا ﷺ پر تمام ہو چکی ہے اور آپ ﷺ خاتم النبین ہیں بعینہٖ اللہ تبارک تعالیٰ جب کسی کو ولایت عطا فرماتے ہیں تو اسی طرح ایک خاص تاثیر پیدا کی جاتی ہے تو نتیجتاً نورِ ولایت قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے)۔
نبوت ایک قوت ہے جو تمام رسولوں میں پھیلی ہوئی ہے یعنی فیض پہنچانے اور کامل بنانے کی قوت اور یہ قوت عقل کلی کے واسطے سے نفس کلی تک پہنچی ہے نورِ نبوت تمام مؤجودات سے سابق (اول) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اِس نور کو پیدا کیا تا کہ عالم نورِ نبوت کا اتباع کرے اور نورِ نبوت اصل میں عقل ہی ہے اور ایجاد میں انبیاء کی ایجاد سب سے سابق ہے۔ جن اشخاص نے رسالت کی گود میں نبوت کی چھاتی سے دودھ پیا ہے وہ سب انبیاء وحیِ الٰہی کی مناسبت سے بمنزلہ ایک شخص کے ہیں۔ کیونکہ انبیاء کے ناموں کے اعداد مختلف ہیں (علم الاعداد کی رُو سے) مگر نبوت کے اعداد مختلف نہیں۔ رسول بہت ہیں، راستے بھی بہت ہیں مگر مقصود ایک ہے،

جب عقل ایک ہے

اور

وحی بھی ایک ہے

تو پھر ماننا پڑے گا کہ نبوت کی حقیقت بھی ایک ہے

اور جب نبوت کی حقیقت مختلف نہیں

تو

نبوت کی حقیقت کی طرف آدم علیہ السلام کی نسبت، ایسی ہی ہے جیسی کہ حضرت محمد ﷺ کی نسبت۔
اور حضرت محمد ﷺ آخر میں ایسے ہوئے جیسے آدم علیہ السلام اول میں تھے کیونکہ حضرت محمد ﷺ صورتِ نفس اور مہبطِ عقل (یعنی فیض پہنچانے اور کامل بنانے کی قوت) اور محلِ وحی الٰہی ہیں۔
گویا ایک ہی حقیقت دونوں صورتوں میں جلوہ گر ہے (یعنی وہ اس طرح کہ)
جب حضور ﷺ نے اپنی نبوت کو ثابت کیا تو گویا اپنی ہی نبوت کو ثابت کیا (کیونکہ آدم علیہ السلام کی صورت میں بھی درحقیقت آپ ﷺ خود تھے) اور جب آپ ﷺ نے اپنی ذات کا کمال ثابت کیا تو گویا حضرت آدم علیہ السلام کا کمال ثابت کیا۔
اور یہ جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے سب سے پہلے نور میرا پیدا فرمایا تو اس سے مراد آپ ﷺ کی نورِ نبوت ہے اور یہ نورِ نبوت عقل کا متوجہ ہونا ہے آپ کی اس قول سے یہ مراد نہیں ہے کہ میں اُس وقت بھی نبی تھا جب اور نبی نہیں تھے کیونکہ نبوت شخص کے اندر عقل کی مدد سے وحی کا تاثیر کرنا ہے اور یہ سب سے پہلے آدم علیہ السلام پر ظاہر ہوا ہے اُن کے بعد اُن کی اولاد اس کی وارث ہوئی چنانچہ کل انبیاء آدم علیہ السلام کے وارث ہیں اور نبوت اُن کی میراث ہے پس حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِی سے نورِ نبوت مراد ہے کیونکہ نبی نبوت سے ہی قائم ہوتا ہے۔
اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِی اس کلمہ میں دو جہتیں ہیں ایک یہ کہ نبوت تمام اشخاصِ انبیاء میں ایک ہے جب ایک وجہ سے تمام انبیاء میں نبوت پائی گئی ہے تو سب میں اسی وجہ سے پائی گئی ہے لہٰذا جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ نُوْرِی اس سے نورِ نبوت مراد لیا ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نورِ نبوت تمام مؤجودات سے سابق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اسی نور کو پیدا کیا ہے تاکہ تمام عالم نورِ نبوت کا اتباع کرے۔
اور دوسری جہت یہ ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں اور نبوت آپ کی قیامت تک دراز ہے پس آپ ﷺ اول النبیین اور اور بہ اعتبار پیدائش آخر النبیین ہیں اسی لیئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ (کُنْتُ نَبِيًّاوَ آدمُ بَيْنَ الْماءِ وَالطينْ) یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے یعنی اُن کا وجود بھی ابھی خلق نہ ہوا تھا اُس وقت بھی میں نبی تھا یعنی اولِ نبوت میں ہوں اور آخرِ نبوت بھی۔ آپ ہی پر اللہ تبارک تعالیٰ نے نبوت کو شروع کیا اور آپ ﷺ پر ہی نبوت کو ختم کیا اسی سبب سے آپ ﷺ انبیاء سے بزرگ تر اور اعلیٰ تر ہیں۔
پس پہلی چیز جو اللہ تبارک تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ عقل ہے جو حضور ﷺ اور اللہ کے درمیان واسطہ ہے پس عقل روحانیات سے بھی اول ہے اور مؤثرات سے بھی اول ہے اور انبیاء سے بھی اول ہے کیونکہ نبوت عقل اول ہی کے فیضان سے پیدا ہوتی ہے جو نفس اول پر فیضان کرتی ہے اور کتابت میں قلم اول ہے اور ایجاد میں ایجاد انبیاء سب سے اول ہے۔
پس ثابت ہوا کہ عقل، قلم اور نورِ نبوت، ایک ہی چیز کی مختلف اعتباری حقیقتیں ہیں:
جب اشیاء کو بمنزلہ مکتوبات قرار دیا تو مبدائے اول کو قلم گردانا

جب اشیاء کو بمنزلہ معانی قرار دیا تو مبدائے اول کو عقل قرار دیا

جب بندوں کو اپنی طرف بلانے کا قصد کیا تو نورِ نبوت کے نام سے مؤسوم فرمایا۔

دراصل عقل کی ذات ایک جوہر فرمان برداری سی ہے جو کہ مؤثر اور مطیع ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ اسکو جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے پس یہ جوہر جس کو اللہ تعالیٰ نے سب سے اول پیدا کیا یہ بہت سی صفات سے متصف ہے یعنی عقل کی صفات متعدد ہیں، کبھی تو یہ عقل ہے، کبھی فرشتۂ مقرب، کبھی حاملِ عرش، کبھی صاحبِ دعوت اور یہی اولیت کی حقیقت ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے ''عقل، قلم اور نورِ نبوت، ایک ہی چیز کی مختلف اعتباری حقیقتیں ہیں'' تو اگر مختلف اعتبارات کو دیکھا جائے تو ہر اعتبار کی نوعیت جدا ہے اور ہر ایک کا مبداء الگ ہے چنانچہ

روحانیت کا مبداء عقل ہے

جسمانیات کا مبداء قلم ہے

نورِ نبوت کا مبداء محمد رسول اللہ ﷺ ہیں

انسان کا مبداء حضرت آدم علیہ السلام ہیں

اور ان سب مبداؤں کا مبداء اللہ تعالیٰ کا لفظِ کن ہے جو اول اوائل ہے۔ پس حضور ﷺ عقل کی صورت ہیں اور اللہ کا قلم ہیں اور طریقت اور شریعت کے وضع کرنے والے ہیں۔ پس تینوں احادیث سے آپ ﷺ کی ذات ہی مراد ہے۔

پس مرتبہ میں سب سے اول عقل ہے اور حقیقت میں سب سے اول نورِ حقیقت ہے جو دوسرا نام ہے نورِ نبوت کا اور یہ نورِ نبوت عقل اور قلم دونوں پر غالب ہے۔

حضور اکرم ﷺ انبیاء میں بزرگ ترین اور دعوت میں سے سب آخر اور ترتیب میں سب سے اول ہیں اور لوگوں کے درمیان آپ تبلیغ کلامِ الٰہی کی رو سے بمنزلہ قلم (نون ۔والقلم و ما یسطرون۔ قسم ہے نون کی اور قلم کی اور جو قلم سے لکھا جاتا ہے اسکی قسم) کے ہیں جو کہ کاتب کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور کاتب قلم کے ذریعے اپنا مافی الضمیر لکھ کر غائب و حاضر قریب و دور کے لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے ایسے ہی اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ نبوت کے رازوں کو مؤمنوں پر ظاہر کرتا ہے گویا حضور ﷺ اللہ کا قلم ہیں اور دعوت کی حقیقت اور شریعت کے وضع کرنے میں آپ عقول جزویہ میں صورت عقل ہیں پس تینوں احادیث میں جو لفظ اول ہے اُس کے معنی آپ ﷺ کی ذات کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں نبوت سے اوپر سوائے الٰہیت کے اور کوئی مرتبہ نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ نورِ نبوت اولُ الاشیاء اور ثانی البقاء ہے کیونکہ حضور ﷺ کا نور سب اشیاء میں پہلی چیز ہے اور بہ اعتبار بقا کے دوسرے نمبر پر ہے کیونکہ بقاء میں پہلا نمبر ذات باری تعالیٰ کا ہے کیونکہ وہی اول آخر اور ظاہر و باطن ہے اول سے مراد وہ اول ہے جس سے پہلے کوئی نہیں اور آخر سے مراد وہ آخر ہے جس سے آخر کوئی نہیں ۔پس حقیقت میں سب سے اول نورِ حقیقت ہے اور یہ نورِ نبوت ہے اور نورِ نبوت عقل اور قلم دونوں پر غالب ہے۔

جب عقل کی آنکھوں میں اللہ تعالیٰ نے وحدانیت کا سُرمہ لگایا تو عقل نے دو نظریں کیں ایک کمالِ ابداع کی جانب۔ دوسری نقصِ حدوث

کی جانب۔(ابداع کہتے ہیں کہ بغیر کسی مادہ ومثال کے اور بلا کسی وسیلہ یا ذریعے کے کسی چیز کو پیدا کرنا۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے عقلِ اول کو بلا کسی واسطہ کے خلق فرمایا۔افعالِ الٰہی کے جملہ مراتب میں پہلا مرتبہ ابداع ہے جس میں حق تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں انسان میں یہ قدرت نہیں۔افعالِ انسانی مادہ اور مدت اور آلہ اور غرض اور مقصد اور حرکت اور قوت کے محتاج ہیں۔جب کہ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے مستغنی ہے۔عدم سے عالم کو وجود میں لانا ابداع کہلاتا ہے۔اسباب کے توسط سے کسی چیز کو وجود میں لانا خلق کہلاتا ہے۔مصالح کے پیش نظر تخلیق کے اسباب میں تصرف کرنا تدبیر کہلاتا ہے۔اس عالم سے اوپر جو عالم ہے۔اس میں جو تدبیر الٰہی مصروف کار ہے اسے تدلی کہتے ہیں)

کمالِ ابداع کی جانب دیکھا تو پیدا کرنے والے کے کمال پر نظر پڑی یعنی فعلِ کمال پر۔

نقصِ حدوث کی جانب دیکھا تو پیدا شدہ کے نقصان پر نظر پڑی یعنی فعلِ نقصان پر۔

ان دونوں نظروں کے یکے بعد دیگرے واقع ہونے سے فعل وانفعال ظاہر ہوئے کیونکہ فعل وانفعال ہی نقص وکمال کی دلیل ہیں اور یہی راز (یعنی نقص وکمال) لفظِ کُن میں چھپا ہوا ہے۔کاف اس کمال کا محل ہے جو فعل میں رکھا ہوا ہے اور نون اس نقصان کا محل ہے جو انفعال میں رکھا ہوا ہے (محل کا مطلب ہے رہنے کی جگہ یا جائے پیدائش) فعل اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوا اور انفعال حادث کے قبول کرنے سے (حادث کا مطلب ہے جدید یعنی قدیم کی ضد)۔یہی فعل وانفعال پہلی دو اصلیں ہیں جن سے تمام عالم وجود میں آیا وہ اس طرح کہ فعل جو بمنزلہ نَر کے ہے اور انفعال جو کہ بمنزلہ مادہ کے ہے (واضح ہو کہ یہ دونوں حادث ہیں) فعل نے عقل کی ذات میں قرار پکڑا اور انفعال نے نفس میں جگہ پائی۔نر اور مادہ میں حکمِ الٰہی سے نکاح ہوا۔نفس عقل سے منفعل ہوا یعنی عقل نے نفس کے اندر فعل شروع کیئے۔عقل ونفس کی مثال عالمِ اشخاص میں آدم وحوا ہیں۔پہلی چیز جو اللہ تبارک تعالیٰ نے ابداع فرمائی عقل ہے اور پہلی چیز جو اس نے خلق فرمائی نفس ہے جس طرح آدم علیہ السلام سے حوا پیدا ہوئیں اسی طرح عقل سے نفس پیدا ہوا پھر جس طرح کے آدم علیہ السلام اور حوا علیہما السلام سے تمام انسان پیدا ہوئے اسی طرح عقل ونفس کے ملاپ سے تمام عالم ظہور میں آیا۔

عقل کے لیئے اللہ تعالیٰ نے ایک جوہرِ کامل، عاقل، زندہ، بالقوۃ نہ کہ بالفعل جو کہ درجۂ اعتدال پر قائم تھا پیدا کیا جسے نفس کہتے ہیں۔جس طرح کہ عورت مرد کے نطفہ کی محتاج ہوتی ہے (اور فطری طور پر اُسے حاصل کرنے کے لیئے بے چین ہوتی ہے) تاکہ اسے اپنے رحم میں ترکیب دے کر انسان بنائے۔اسی طرح نفس عقل کے نطفۂ فیضان کا محتاج ہوا اور اس کا عاشق بن گیا نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے جوہرِ عقل کو بھی اُس کی طرف متوجہ ہونے کا حکم فرمایا (یہ حکمِ الٰہی گویا ان دونوں کا خطبہ نکاح تھا) تاکہ وہ بھی نفس کے اندر تخم افشانی کرے کیونکہ نفس کے اندر تخم کو قبول کرنے کی فطری قابلیت رکھی گئی ہے نفس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوت ہیولیٰ کو پیدا کیا جو کہ جنس کے لحاظ سے مادہ ہے اور ہر صورت کو قبول کرتی ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے طبیعت کو پیدا کیا جو ہیولیٰ پر مسلط ہوئی اور طبیعت نے ہیولیٰ کو اسی صورت کے ساتھ آراستہ کیا جس کے وہ لائق ہے مثلاً آسمان کے ہیولیٰ کو آسمان کی صورت، شیر کے ہیولیٰ کو شیر کی صورت اور انسان کے ہیولیٰ کو انسانی صورت عنایت کی چنانچہ حضور ﷺ نے اسی قوت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکاً یَسُوقُ الْاَھْلَ اِلَی الْاَھْلِ۔بیشک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو اہل کو اہل کی جانب چلاتا ہے یہ فرشتہ دراصل قوتِ طبعی ہے جو ہر صورت کو اس کے مناسب مادہ کی طرف لے جاتی ہے پھر اس کے بعد حرکتِ مطلقہ پیدا ہوئی یہ حرکت نفسِ طبیعت کے اندر ہے تاکہ طبیعت حرکت کرے اور اس کے سبب سے مادہ وصورت بھی حرکت کریں چنانچہ طبیعت حرکت کرنے لگی اور اس کو ہیولیٰ جسمیہ کے ساتھ متعلق کیا گیا تاکہ جسمیت ظاہر ہو۔اب طبیعت حکمِ الٰہی سے جسمِ مطلق کی صورت

میں ظاہر ہوئی جسے فلکِ اعلیٰ کہتے ہیں اس سے تمام افلاک پیدا ہوئے۔طبیعت کے تصرف نے فلکِ اعلیٰ میں ۹ حصے پیدا کردیئے جس سے ۹ افلاک ظاہر ہوئے اور افلاک البروج میں کواکب پیدا کیئے جن میں سات سیارے جدا ہو کر ہر فلک میں ایک ایک مقیم ہوگیا حتّٰی کہ طبیعت اس طرح تصرف کرتی ہوئی فلکِ قمر تک پہنچی جو سب سے آخری فلک ہے اس میں بھی اس نے تصرف کیا اور اسکو حرکت دی۔ پھر ہیولیٰ مطلقہ سے ارکانِ اربعہ کا مادہ یعنی عناصر پیدا ہوئے۔ یہ عناصر اپنے میں مختلف صورتوں کی قابلیت رکھتے تھے انھیں آسمانوں کے بیچ میں مرکزِ عالم پر جگہ دی گئی یہ مرکز ایک نقطہ ہے دائرہ کے عین درمیان میں اور اس کی حیثیت قلب کی طرح ہے۔جس طرح کہ قلبِ انسانی کی جانب تمام اعضائے انسانی رجوع کرتے ہیں اسی طرح اس مرکزِ عالم کی طرف تمام عالم رجوع کرتا ہے گویا یہ تمام عوالم کا قلب ہے۔ یہ مرکز محسوس نہیں ہے بلکہ ایک نقطہ ہے جس کی تعریف یہ یوں ہوسکتی ہے کہ غیر متجزیہ (Atom) اور غیر متحرکہ (Still)۔(یعنی ایتھر جو کہ حقیقت انسانیہ کا پَرتَو ہے) اس کی طرف تمام عالم قرار پکڑتا ہے اور اسی پر سارے عالم کا مستقر (جائے قرار)(Headquarter) ہے پھر اللہ تعالیٰ نے قوتِ طبعی کے ساتھ ارکان کے اندر مزاج کو پیدا کیا جس کے باعث ارکان آپس میں خلط ملط ہوئے اور مختلف اشیاء کا اُن سے ظہور ہوا چنانچہ سب سے پہلے معدنیات پیدا کیئے جو ابتداً بہت کمزور تھے مگر قوتِ طبعی کے تصرف سے اُن میں قوت بڑھتی گئی یہاں تک کہ فولاد کی طرح مضبوط ہوگئے مثلاً ہیرا اور اس کے علاوہ مرجان یعنی مونگا کہ اس کے پورے کے پورے جزیرے بن جاتے ہیں۔اس کے بعد نباتات پیدا کئے گئے جن کی ابتداء بھی بہت ضعیف تھی مگر قوتِ طبعی کے تصرف سے اُن میں قوت بڑھتی گئی اور آگے چل کر شیشم و دیودار کے درخت کی تناور اور بلند و بالا صورت میں سامنے آئے اور ریگستان میں ببول و خار مغیلاں سے کھجور تک۔اس کے بعد طبیعت حیوانیت کی جانب رجوع ہوئی اور کمزور اور چھوٹے چھوٹے کیڑے پیدا کیئے جو کہ بعد میں ہاتھی و گھڑیال کی شکل میں جسیم ہوئے۔ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر طبیعت نے انسانی پیدائش کی جانب توجہ کی اور شکلِ اتم یعنی صورتِ احسن اور مزاجِ اعتدال کے ساتھ حضرتِ انسان کو پیدا کیا یہاں خلقیت تمام ہوئی، قدرت کمال کو پہنچی، الٰہیت منتہی ہوئی، خلافت لازم آئی اور ربوبیت کا اتصال ہوا۔

جب انسان نے تمام حیوانات اور نباتات وغیرہ پر کمال حاصل کیا تب انسانوں میں سے چند افراد زیادہ علم اور معرفت الٰہی کے ساتھ ابھر کر خصوصیت سے سامنے آئے جن کے مرتبہ کو اور کوئی انسان نہ پہنچ سکا۔ اور نہ ہی ان کے مرتبہ کو کوئی پہنچ سکے گا کیونکہ یہ مرتبہ کوشش سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ مراتب کا تعلق مادہ کی قابلیت کے ساتھ ہوتا ہے جیسے انسانی صورت انسانی مادہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔یعنی اگر کوئی حیوان چاہے کہ میں انسان بن جاؤں تو وہ انسان نہیں بن سکتا ہے کیونکہ اس کے مادہ میں انسانی بننے کی قابلیت ہی نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی چاہے کہ میں نبی بن جاؤں تو یہ نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ نبی وہی ہوگا جس کے مادہ میں نورِ نبوت کو قبول کرنے کی اہلیت ہے۔

یعنی اگر میں چاہوں کہ میں بہت زیادہ مجاہدہ و ریاضت کروں تو نہیں کرسکتا کیونکہ میرا جسد خاکی جس مادہ سے بنا ہے وہ یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے تو پھر تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں اٹھا سکتا ہے تو میں لاکھ کوشش کروں مجھ سے وہ مجاہدات نہ ہوسکیں گے جو کہ آقا و مولا حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ نے کیئے ہیں۔ ساری بات مادہ کی ہے کہ آپ کے مادہ کی قابلیت کس حد تک ہے۔

پس خلق سے قریب عقل ہوئی اور عقل سے قریب نفس ہوا اور کل مصنوعات میں سے نفس سے قریب جسم مطلق ٹھرا اور یہ سب مؤجودات

مراتب عدد میں مرتب ہیں کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں اَحۡصٰی کُلَّ شَیۡءٍ عَدَدًا یعنی ہر چیز کا اُس نے گن گن کر شمار کر لیا ہے۔

مختصر الفاظ میں ترتیب یوں ہے کہ ذاتِ احدیت کے بعد پہلے مرتبہ پر عقل دوسرے پر نفس تیسرے پر ہیولیٰ کیونکہ اس میں افعال کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے چوتھے پر طبیعت کیونکہ اس میں اخلاط اربعہ ہیں (صفرا، خون، بلغم اور سودا)، پانچویں پر حرکت کیونکہ اس میں حواس خمسہ کی پانچ طرف حرکت کا منقسم ہونا ہے اور حرکات بھی ۵ ہی ہیں ۴ فلک کے نیچے اور ایک خاص فلک کی طرف چھٹے پر ہیولیٰ جسمیہ کیونکہ یہ ۶ جہتوں کو قبول کرتا ہے اور پھر یہی جسم چھٹے مرتبہ میں ۷ افلاک پر تقسیم ہوا اور یہی ساتوں مرتبہ ہے یعنی افلاک آٹھویں پر ارکانِ مفردہ و مرکبہ یعنی آتش، آب، باد اور خاک نویں پر موالید ثلاثہ یعنی جمادات ،نباتات اور حیوانات کا مزاج اور جس طرح کے گنتی ۱۰ کے عدد سے پوری ہوتی ہے ایسے ہی صورت مطلقہ صورت انسان سے کامل ہوئی یعنی دسویں مرتبہ پر حضرتِ انسان۔ چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم) بے شک پیدا کیا انسان کو اچھی شکل وصورت میں۔ پس اس صورت انسانی کے علاوہ نہ کوئی اور صورت ہے اور نہ رتبہ نہ زینت ہے کیونکہ اور جتنی بھی مخلوقات ہیں سب ایک دوسرے کی صورت یا صفت میں مشابہت رکھتی ہیں سوائے انسان کے کہ یہ کسی سے مشابہہ نہیں ہے اور نہ کوئی مخلوق اس سے مشابہت رکھتی ہے پس یہ مخلوق اپنے خالق کی طرح بے مثل ہے۔

بیان در عقل اول، عقل کلی اور عقل معاش

عقل اول وجود میں علم الٰہی کی شکل۔ ربط اور نزول کا محل ہے اس لیئے کہ وہ قلم اعلیٰ ہے کیونکہ عقل اول کے ذریعے لوح محفوظ میں علم نازل ہوتا ہے وہ لوح کا اجمال ہے اور لوح اس کی تفصیل وتنزل اور تعین کا محل ہے۔

عقل اول میں ایسے اسرار الٰہیہ ہیں جن کی لوح محفوظ متحمل نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ عقل اول اُن اسرار و رموز کی متحمل نہیں ہو سکتی جو کہ علم الٰہی میں مؤجود ہیں۔

علم الٰہی ام الکتاب ہے، عقل اول امام مبین اور لوح کتاب مبین۔ پس لوح قلم کی تابع اور اس کے پیچھے ہے اور قلم جو کہ عقل اول ہے لوح پر حاکم ہے جو کہ قضایاء مُجۡمَلَہ (احکام خداوندی) کی تفصیل یا دستاویزی شکل ہے جو کہ دواتِ علم الٰہی میں مؤجود ہے جو کہ نون سے عبارت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ن۔ وَالقَلَمِ وَمَا یَسطُرُون۔ (نون۔ قسم ہے قلم کی سیاہی کی)

'' ن '' کی شکل دوات جیسی ہے اور قلم کو دوات میں ڈبو کر لکھا جاتا ہے یعنی قلم باطنِ نون سے مدد لیتا ہے جو اس امر کا اظہار ہے جس کا باطن کاف ہے۔

عقل اول قیاس کی قید اور (فلسفیانہ اور منطقیانہ) میزان پر مخصوص کرنے سے پاک ہے کیونکہ عقل اول وحی قدسی کے صدور (یعنی جہاں سے احکام نکلتے ہیں یا صادر ہوتے ہیں یا منبع) کا محل ہے۔ جس کا صدور (رخ) روح نفسی اور عقل کلی کے مرکز کی طرف ہوتا ہے۔ (عقل اول) وہ امور جو تفصیلاً ہوں ان کی کسوٹی یا میزان عدل ہے اور اس بات سے پاک ہے اسے ایک ہی معیار یا قانون پر مقید کیا جائے بلکہ وہ

ہر معیار سے چیزوں کا وزن کرتا ہے۔عقل اول آفتاب کی مثل ہے ۔(جس پر نظر نہیں ٹھرتی ہے اور اللہ کا انعام یافتہ گروہ اسی سے فیض پاتا ہے۔یعنی صراط الذین انعمت علیھم ۔جس کو ہم دن میں ۵ مرتبہ نماز میں دھراتے ہیں)۔عقل اول براہ راست حق تعالیٰ سے علم حاصل کرتی ہے۔

لطیف نکتہ: شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی قطبیت کے مقام پر فائز ہوتا ہے تو عقل اول اس سے بیعت کرتی ہے پھر ساکنانِ آسمان وزمین اور ہوا اور جن ومولداتِ ثلاثہ درجہ بدرجہ بیعت کرتے ہیں اور جب ارواح اس سے بیعت کرتی ہے تو ہر ایک علمِ الٰہی کے ضمن میں قطب سے ایک ایک سوال کرتی ہے ۔جس کا کما حقہٗ قطب جواب دیتا ہے اور ہر ایک کو مطمئن کرتا ہے۔واضح ہو کہ عقل اول میں اتنی وسعت نہیں کہ علم الٰہی اس میں سما سکے۔

عقل کلی

وہ محل جہاں ان علوم ومعارف کی صورتیں ظاہر ہوئی جو عقل اول میں مخفی تھے اس محل یا مقام کو عقل کلی کہتے ہیں۔عقل کلی کی میزان کے دو پلڑے ہیں ایک حکمت دوسرا قدرت اوراس کی دو اطراف ہیں ایک اقتضاٰ ت الٰہیہ (یعنی جن امور کی ہمیں بجا آوری کرنی چاہیئے)اور دوسری طرف طبیعت کی قابلیتیں ہیں۔اوراس کے دو کانٹے ہیں ایک ارادۃ الٰہیہ۔دوسرا مقتضیات خلقیہ اوراس کے ماپنے یا کسوٹی کے مختلف معیارات ہیں۔عقل کلی ہی قسطاس مستقیم (سیدھی ترازو) ہے۔اس لیئے کہ اس سے کوئی ظلم وزیادتی وقوع پذیر نہیں ہوتی اور نہ اس سے کوئی چیز فوت ہوتی ہے۔عقل کلی اس پانی کی مثال ہے جس پر آفتاب کی صورت نظر آتی ہے۔

چاند پر ڈھال کر صورت تیری ٹھرے پانی میں عکس دیکھیں گے

پھر ہلا کر ذرا سا پانی کو رات بھر تیرا رقص دیکھیں گے

عقل کلی سے وہ علوم حاصل ہوتے ہیں جو کہ اکوان (ارض۔دنیا) یعنی زماں ومکاں ،وقت اور فاصلے Time & Space سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ ایک حد ہے جو اللہ تبارک تعالیٰ نے لوح محفوظ میں امانت رکھی ہوئی ہے۔

واضح ہو کہ عقل کلی سے بعض اوقات اہل شقاوت لوگ استدراج بھی دکھاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف ان کی خواہشات کے میدان میں سے کچھ علم کا حصہ ان پر کھول دیا جاتا ہے اکوان کے پردوں سے مثلاً علم فلکیات ،علم طبائع اور نور وضیاء وغیرہ سے اسرار قدرت پر ظفریاب ہوتے ہیں۔اسی لیئے جب کوئی اہل شقاوت کوئی خرق عادت دکھاتا ہے تو وہ یا تو نظر کا دھوکہ ہوتا ہے یا حسیات کا۔برخلاف معجزہ کے کہ وہ ہر لحاظ سے درست اور صحیح ہوتا ہے۔جیسا کہ آقا علیہ ﷺ کا شق قمر کا معجزہ۔کیونکہ عقلی کلی قطعاً کون (ارض) سے تجاوز نہیں کر سکتی ہے۔

عقل معاش

عقل معاش وہ نور ہے جس کا قانون فکر سے وزن کیا جاتا ہے اوراس کے وزن کی کسوٹی ہی قوت فکر ہے جو کہ عقل کلی کی وجھوں میں سے ایک وجہ ہے۔عقل معاش کا صرف ایک ہی معیار Standerd ہے۔(برخلاف عقل اول کے کہ وہ ہر معیار سے اشیاء کا وزن کرتا ہے) اوراس کا صرف ایک پلڑا ہے جو کہ عادت ہے اوراس کی ایک ہی طرف ہے جو معلوم ہے اوراس کا ایک ہی کانٹا ہے جو کہ طبیعت ہے۔عقل

معاش وہ ترازو ہے جس سے ظلم وزیادتی بھی وقوع پذیر ہوتی ہے اور بہت سی چیزیں بھی اس سے فوت ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ ایک ہی پلڑے اور ایک ہی طرف پر ہے ۔اور یہ وہ لوگ ہیں جو امورالٰہیہ کا اپنی عقلوں سے موازنہ کرتے ہیں (کیونکہ اس کی کوئی میزان نہیں ہے)اور عقل معاش کی مثال آفتاب کی اس کرن یا شعاع کی ہے جو کہ پانی پر پڑنے کے بعد دیوار پر دکھائی دیتی ہے۔

خلاصہ: عقل اسباب معرفت میں سے ہے۔اور ہم جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کو عقل کے ذریعے پہچانا جا سکتا ہے تو اس سے مراد عقل اول ہوتی ہے۔اور ہم جو یہ کہتے ہیں کہ عقل اللہ تبارک تعالیٰ کو نہیں پہچان سکتی ہے تو وہ اس لیئے کہتے ہیں کہ عقل نظر و قیاس سے حق کو نہیں شناخت کر سکتی ہے۔اس امر میں عقل کلی و عقل معاش دونوں برابر ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ۔ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ۔ پارہ۔۲۶۔الذّٰریٰت۔۱۰۔۱۱۔(اٹکلیں (یعنی خیالی گھوڑے) دوڑانے والے ہلاک ہوئے جو غفلت اور گمراہی میں اسے بھولے ہوئے ہیں) وہ اس لیئے ہلاک کر دیئے گئے کہ جو بات انہوں نے اپنی اٹکل سے معلوم کی اس پر انہوں نے جزم کیا اور اسے قطعی اور یقینی سمجھا کہ اصل بات وہی ہے جسے ہم نے سمجھ لیا ہے پھر وہ ہلاک ہوئے ('' ہلاک ہونا ایسے معنی میں ہے جیسا کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ (نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی عمر شریف کتنی ہے تو آپ نے جواب دیا دو سال ۔سائل کے چہرے پر تعجب دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ وہ دو سال جو میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے زیر سرپرستی گزارے ہیں ۔واضح ہو کہ آپ جب امام کو مخاطب کرتے تھے تو اسطرح کہ کر مخاطب کرتے تھے '' اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے '' آپ فرماتے ہیں کہ نعمان ہلاک ہو جاتا اگر امام کی صحبت نصیب نہ ہوتی ۔یعنی علمیت میں پھنس جاتا (مثلاً عرب میں ابن جوزی اور برصغیر میں ابوالکلام آزاد وغیرہ) ۔عقل کلی سے جو معرفت حاصل ہوتی ہے وہ دلائل و آثار میں منحصر و مقید ہے جب کہ عقل اول سے جو معرفت حاصل ہوتی ہے معرفت مطلقہ و لاریب ہے پس عقل اول سے معرفت اسماء و صفات سے تعلق رکھتی ہے اور عقل کلی کی معرفت آثار و دلائل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتوحاتِ مکیہ کے باب 367 میں فرماتے ہیں کہ میں ایک واقعہ میں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملا میں نے اُن سے دریافت کیا کہ مجھ کو عالم کی ارتقاء اور ابتداء کے بارے میں آگاہ کیجئے تو حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو مدتِ عالم کی ابتدائی تاریخ نہیں معلوم اور نہ ہی اس بارے میں آگاہی ہے کہ مخلوقات کس حد تک پیدا ہوتے رہیں گے کیونکہ ہر نفس کے ساتھ ایک نئی خلقت پیدا ہوتی ہے اور اللہ ہمیشہ خالق ہے اور دنیا اور آخرت ہمیشہ رہے گی میں عرض کی کہ جناب مجھے قربِ قیامت کی کوئی علامت بتایئے تو فرمایا کہ تمہارے جدِ آدم علیہ السلام (قریب) کا وجود اس کی بڑی علامت ہے۔میں نے عرض کی کہ حضرت دنیا کے بعد بھی کوئی دار ہے تو فرمایا کہ ہاں ایک دار اس کے بعد ہے اور وہ دارِ وجود ہے اور دنیا تم لوگوں کی سبب ہی دنیا ہوئی ہے۔

فتوحات مکیہ کے ساتویں باب میں فرماتے ہیں کہ عالم کروڑوں برس میں بھی فنا نہیں ہو سکتا ہے اور مزید فرمایا کہ جب عالم طبیعی کی عمر ایک ہزار برس ہو چکی تو تب حق نے موالیدِ ثلاثہ کو پیدا فرمایا اور جب عالم طبیعی پیدا ہو چکا اور چون ہزار برس اس پر گذر چکے تو حق نے اس دنیا کو پیدا کیا اور جب دنیا کو تریسٹھ ہزار برس گزر گئے تو حق نے جنت اور دوزخ کو بنایا۔پس دنیا اور آخرت میں ایک ہزار برس کی تفاوت

ہے اسی لیئے اس کو آخرت کہتے ہیں کیونکہ وہ اس سے پیچھے ہے اور دنیا کا اولیٰ نام ہے کیونکہ وہ اول ہے اور آخرت کی کوئی انتہا نہیں ہے جہاں وہ ٹھر سکے بلکہ اس کو دائمی بقا ہے اور جب دنیا کی عمر سترہ ہزار برس اور آخرت کی عمر آٹھ ہزار برس گزر چکے تو تب حق نے آدم علیہ السلام کی مٹی کا خمیر بنایا اور اسی وقت سمندری و دریائی اور خشکی کے جانور اور پرندے بنائے اور زمین کی عفونات سے حشرات الارض کو پیدا کیا تا کہ ہوا عفونات سے پاک رہے۔

تجدید عالم کے باب میں شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتوحاتِ مکیہ کے باب 39 میں فرماتے ہیں کہ مجھ کو نہیں معلوم ہوا کہ کسی نے تخلیقِ عالم کی عمر یا ابتدائی حد جانی ہو اور یہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اکثر ستارے فلک اطلس (فضائے غیب) میں ہیں جس میں کواکبِ ثابتہ نہیں ہیں اور انسان کی عمر ان کی حالت کو نہیں پہچان سکتی ہے کیونکہ دیکھنے میں وہ ثابت معلوم ہوتے ہیں حالانکہ وہ حرکتِ طبعی سے سیر میں ہیں اور انسان کی عمر اس کے ادراک سے عاجز ہے کیونکہ انسان کی عمر چھوٹی ہے اور اس کا ہر ستارہ فلک اقصی کے ایک درجہ کو سو برس میں پورا کرتا ہے اور پھر جس درجہ سے اس کی سیر شروع ہوتی ہے وہاں تک پہنچنے میں جس قدر سال جمع ہوتے ہیں وہی ان کواکب ثانیہ کا ایک دن ہوتا ہے جو اصل میں سیارہ ہیں لیکن دیکھنے میں نظر کو ثابت معلوم ہوتے ہیں اب تم حساب کرلو کہ اس فلک میں 360 درجے ہیں اور ہر درجہ کو سو برس میں ایک ستارہ طے کرتا ہے۔ پھر شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ اہرام مصر اس وقت بنا تھا جس وقت ستارہ نسر برج اسد میں تھا اور وہ ستارہ آج ہمارے دور میں (یعنی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وقت میں) برج جدی میں ہے اب تم اس کا حساب کرلو اور منارہ مصر کی تاریخ معلوم کرلو۔ (یعنی اس نے دس برجوں کو تقریباً تین لاکھ برس میں طے کیا)۔

شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حالتِ نوم اور یقظہ (یعنی نینداور جاگنے کی درمیانی کیفیت) کے بیت اللہ شریف کا چند لوگوں کے ساتھ طواف کررہا تھا لیکن میں اُن کو نہیں جانتا تھا انہوں نے مجھ کو دو شعر سنائے ایک مجھے یاد ہے اور دوسرا میں بھول گیا ہوں۔

لقد طفننا كما طفتم بيننا بهذا البيت طرا اجمعينا

یعنی میں نے اس گھر کا برسوں طواف کیا ہے جیسا کہ تم طواف کرتے ہو۔

پھر میں نے ان میں ایک شخص سے کلام کیا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم مجھے جانتے ہو میں نے عرض کی کہ نہیں تو وہ بولے کہ میں تمہارے اول اجداد سے ہوں میں نے عرض کی کہ جناب آپ کی موت کو کتنا عرصہ گزرا فرمایا کہ کچھ اوپر چالیس ہزار سال میں نے کہا کہ ہمارے جد امجد یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو تو اتنا عرصہ نہیں گزرا تب انہوں نے فرمایا کہ تم کس آدم کو پوچھتے ہو اس قریب کے آدم کو یا کسی دوسرے آدم کو۔

شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اچانک صاعقہ کی رفتار سے میرے ذہن کی لوح پر وہ حدیث شریف روشن ہوئی جو ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ ان اللّٰہ تعالیٰ خلق۔مائتا الف آدمٍ۔ اللہ نے دو لاکھ آدم کو پیدا کیا ہے۔

شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ یہ شاید انہیں اجداد سے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے قول میں

پایا جاتا ہے۔

شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ عالم یقیناً حادث ہے لیکن اس کی تاریخ کا پتہ نہیں ملتا ہے۔

آخر میں دعا کی درخواست ہے کہ جس کسی کو بھی میری یہ تحریر پہنچے وہ میری روح کو درود شریف پڑھ کر بخشے اور میرے درجات کی بلندی کی دعا اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور کرے۔

آپ کا خادم عظیم اللہ قریشی عرف روحانی بابا پشاور صدر

فون نمبر:0300-5845630

https://www.facebook.com/rohaani.babaaa